فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

سورۂ رحمٰن کی عظمت و افادیت

مع تفسیر سورۂ رحمٰن

محسنِ ملت حضرت مولانا حسن الہاشمی صاحب
سرپرستِ اعلیٰ ہاشمی رُوحانی مرکز دیوبند

ناشر مکتبہ رُوحانی دُنیا دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۂ رحمٰن کی عظمت وافادیت

حق تعالیٰ کی نعمتوں کی تشریح کرنے والی
ایک دلچسپ اور معلوماتی کتاب

مرتب
محسن ملّت مولانا حسن الہاشمی
سرپرست اعلیٰ ہاشمی روحانی مرکز، دیوبند

ناشر
مکتبہ روحانی دنیا (رجسٹرڈ) دیوبند یوپی 247554

نام کتاب : سورہ رحمٰن کی عظمت وافادیت
SURA-E-RAHMAN KI AZMAT-O-IFADIYAT

نام مرتب : مولانا حسن الہاشمی

کمپوزنگ : عمر الہٰی

سرورق : دانش عامری

باہتمام : ابوسفیان عثمانی

صفحات : ۱۴۴

اشاعت : ماہ اکتوبر ۲۰۰۸ء

پریس : بسم اللہ پرنٹرس، دیوبند

ناشر

مکتبہ روحانی دنیا (رجسٹرڈ) دیوبند یوپی 247554

فہرست مضامین

پیش لفظ

اس کائنات میں حق تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ ہم کس کس کا ذکر کریں اور کس کس چیز کی افادیت پر روشنی ڈالیں۔ قرآن حکیم میں انداز بدل بدل کر رب العالمین نے ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اپنے بندوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے اس نے زمین زیر زمین اور آسمانوں میں پیدا کی ہیں۔ میں صرف قرآن حکیم کے ایک رکوع پر روشنی ڈالوں گا جو سورۂ نحل کا رکوع ہے اور اس میں حق تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً وَ يَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ.

گدھے، گھوڑے اور خچر انسانوں کی سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ موجودہ دور میں ان جانوروں کی افادیت کا اندازہ نہیں ہوسکتا لیکن ذرا اُس دور کا تصور کیجئے جب ہوائی جہاز، ریل گاڑیاں، بسیں کاریں اور سائیکلیں نہیں تھیں اُس دور میں لوگ گدھوں، گھوڑوں پر سواریاں کرتے تھے اور دور دراز کا سفر جانور کا سہارا لے کر طے کیا کرتے تھے اور موجودہ دور میں وہ تمام سواریاں جو انسانوں کو میسر ہیں، وہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان سواریوں کو جس دماغ اور جن صلاحیتوں سے ایجاد کیا گیا ہے وہ دماغ اور وہ صلاحیتیں اللہ ہی عطا کردہ ہیں۔ یہ سواریاں انسانوں کے لئے سہولتیں بھی مہیا کرتی ہیں اور یہ زینت اور خوش حالی کا مظہر بھی بنتی ہیں، اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ بے شمار نعمتیں اللہ نے ایسی بھی پیدا کی ہیں جن سے انسان لاعلم ہے، بہرکیف تمام چیزیں اللہ کے فضل وکرم سے انسان کی خدمت میں

لگی ہوئی ہیں جب کہ انسان کو یہ خبر ہی نہیں کہ کیا کیا چیز کس کس طرح اس کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔

اسی رکوع میں یہ فرمایا گیا ہے

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ.

اُگائیں اللہ نے تمہارے لئے طرح طرح کی سبزیاں اور پیدا کیا اس نے زیتون کو کھجوروں کو اور انگور کو اور اس کے علاوہ لاتعداد پھل انسانوں کے لئے پیدا کئے گئے یہاں اس بات کی وضاحت بھی کردی گئی کہ یہ سب نعمتیں ان لوگوں کے لئے ایک طرح کی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔

اللہ نے یہاں جن پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ تر رہ کر تو انسان کی غذا بنتے ہیں لیکن یہ جب خشک ہوجاتے ہیں تب بھی انسانوں کے لئے لذت اور افادیت کا موجب بنے رہتے ہیں۔ زیتون خشک ہونے کے بعد ایک میوہ بن جاتا ہے، کھجور خشک ہوکر چھوارے کی شکل اختیار کرلیتی ہے، کالا انگور جب خشک ہوجاتا ہے تو منقّی اور ہرا انگور جب خشک ہوجاتا ہے تو کشمش بن جاتا ہے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار پھل ایسے پیدا کئے گئے ہیں جو انسانوں کے لئے غذا بھی بنتے ہیں اور انسانوں کے لئے لذتیں بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان چیزوں کی لذت اور افادیت کا اندازہ کر کے بھی اگر انسان غور وفکر نہیں کرتا تو اس کی ناقدری اور ناشکری کی بات ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ

بِاَمْرِہٖ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ.

اور اللہ نے مسخر کیا تمہارے لئے دن اور رات کو اور چاند اور سورج کو اور اسی کے حکم سے مسخر ہوئے آسمان کے ستارے۔

اندازہ کریں کہ کس طرح دن، رات، چاند اور سورج اور ستارے اپنی گردشوں سے انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر سورج وقت پر طلوع ہو کر وقت پر غروب نہ ہو تو کتنی مشکل پیدا ہو سکتی ہیں، سورج کی گرمی اور چاند کی ٹھنڈک ہماری کھیتیوں اور باغوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور ستاروں کی گردشیں ہماری تقدیروں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور یہ سب اس رب کے حکم سے ہو رہا ہے، جس نے اس کائنات کو پیدا کیا اور جس نے اس کائنات کی ایک ایک چیز کو اپنے بندوں کے لئے مسخر کر دیا تاکہ کوئی چیز خدمت کرنے کے دوران چون و چرا نہ کر سکے۔ بے شک ان چیزوں کی خلقت اور گردش اہل عقل کے لئے قابل غور چیز ہے۔

مزید فرماتے ہیں :

وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ.

اور اسی نے پھیلائے تمہارے لئے زمین میں رنگ برنگ پھول، اور جڑی بوٹیاں اور ان تمام چیزوں کی پیدائش میں بہت سی نشانیاں ہیں لیکن ان لوگوں کے لئے جو ذکر و فکر کرتے ہیں۔

انسان اگر غور کرے تو اس کو اندازہ ہوگا کہ اس کائنات میں کتنے پھول پیدا کئے گئے ہیں اور کتنے پھل بنائے گئے ہیں اور ان پھلوں اور پھولوں کی خوشبو اور رنگ کو ایک دوسرے سے جدا رکھا گیا ہے اور اسی تنوع سے کائنات کی خوبصورتی برقرار ہے۔

گلاب ایک گلابی رنگ کا ہوتا ہے اور ایک سرخ رنگ کا اور اب کالے اور سفید گلاب بھی درختوں پر اگنے لگے ہیں۔ گیندے کا پھول زرد رنگ کا ہوتا ہے، چنبیلی کا سفید رنگ وغیرہ۔ پھلوں میں ہر رنگ کا پھل موجود ہے، سیب سرخ رنگ کا ہوتا ہے، انگور ہرے رنگ، کیلا کریم کلر کا ہوتا ہے۔ چیکو ہلکا کتھئی رنگ کا ہوتا ہے وغیرہ۔ یہ رنگ برنگے پھل اور پھول اللہ کی صناعی کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس صناعی کا مظاہرہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے کیا ہے۔

مزید ارشاد ہوا :

وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْہُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْہُ حِلْیَۃً تَلْبَسُوْنَھَا وَ تَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْہِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ.

اور اسی نے مسخر کر دیا تمہارے لئے سمندر کو تاکہ تم سمندر کے ذریعہ تازہ بتازہ گوشت کھاؤ اور سمندر سے نکالو تم طرح طرح کے گہنے اور زیورات پہننے کے لئے اور سفر کرو تم سمندر میں کشتیوں کے ذریعہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے اور یہ سب اس لئے ہے تاکہ تم شکر گذار بن سکو۔ سمندر سے مچھلیاں برآمد ہوتی ہیں، سمندر میں موتی اور مونگا جیسے نگینے پیدا ہوتے ہیں جو سونے چاندی کے زیورات میں جڑے جاتے ہیں اور سمندر میں جہاز، کشتیاں اور پن ڈبیاں چلتی ہیں جن کے ذریعہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں انسان جاتا ہے اور کاروبار کرتا ہے۔ یہ تمام چیزیں انسان کی شکر گذاری کے لئے مسخر کی گئی ہیں۔

ان نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو

تم ہرگز ہرگز شمار نہیں کر سکتے غرضیکہ قرآن حکیم میں انداز بدل بدل کر خالق کائنات نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کی خدمت، ضرورت اور افادیت کے لئے پیدا کی ہیں اور جگہ جگہ نعمتوں کا ذکر کر کے یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ اس کائنات میں جو رنگ و بو سے بھری ہوئی ہے، اللہ کی بے شمار نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں، ان لوگوں کے لئے جو صاحب عقل ہیں، ان لوگوں کے لئے جو ذکر و فکر کے عادی ہیں۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ ایک نرالے انداز میں کیا ہے اور ہر ہر نعمت کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کہ تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور اللہ کے کس کس انعام کی ناقدری کرو گے۔

سورۂ رحمٰن کی افادیت واہمیت کا تذکرہ ہمارے بزرگوں نے اپنے اپنے انداز سے دل بھاتی ندرتوں کے ساتھ کیا ہے، اپنے بزرگوں کی تحریروں اور ان کے مومنانہ جذبات سے استفادہ کرتے ہوئے راقم الحروف نے بھی یہ کتاب اپنے قارئین کے لئے طالب علمانہ زبان میں مرتب کی ہے اس امید کے ساتھ کہ میرے قارئین اس سے استفادہ کریں گے اور میرے لئے دعاءِ خیر کریں گے، میں اپنے لئے اور اپنے قارئین کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ رب العالمین ہم سب کو اپنی نعمتوں کا ادراک عطا کرے اور ان نعمتوں سے مستفیض ہوتے ہوئے ہمیں شکر اور قدردانی کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ناچیز

حسن الہاشمی

۱۵/۱۰/۲۰۰۸ء

سورۂ رحمٰن کی عظمت وافادیت

سورۂ رحمٰن کو قرآن حکیم میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس سورۃ کو قرآن حکیم کی دلہن قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ رحمٰن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں ۷۸ آیات ہیں اور یہ سورۃ تین رکوع پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کا ایک خاص اندازِ بیان ہے جو پڑھنے اور سننے والے کو بہت ہی دل نشین لگتا ہے۔ اس سورۃ میں دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا تذکرہ عجیب وغریب انداز سے کیا گیا ہے اور ہر ہر نعمت کے بعد رب العالمین نے اپنے بندوں کو مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اس سورۃ کا اندازِ بیان اس قدر دلکش ہے کہ بار بار اس کی تلاوت کو دل چاہتا ہے اور کتنا بھی پڑھ لو طبیعت سیر نہیں ہوتی، اسی دل نشین اور دلکش بیان کی بنا پر اس سورۃ کو زینتِ قرآن کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن حکیم کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔ سورۂ رحمٰن کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس سورۃ کے اندر "اسم اعظم" بھی موجود ہے اور وہ اسم اعظم "ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام" ہے۔ بعض اکابرین کی رائے یہ ہے کہ اس اسم اعظم کو کثرت سے پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص اللہ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا

یَـاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام تو آپ نے فرمایا مانگ لے اللہ سے جو چاہے تیری دعا قبول کی جائے گی۔

اس سورۃ کی شروعات ''اسم الرحمٰن'' سے ہوتی ہے۔ الرحمٰن حق تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور یہ نام دوسرے ناموں کے مقابلے میں بہت خصوصیات کا حامل ہے۔ حق تعالیٰ کے ذاتی نام ''اللہ'' کے بعد سب سے زیادہ خصوصیات اسم ''یارحمٰن'' کو حاصل ہیں۔ یہ نام بھی صرف پروردگار عالم کے لئے مخصوص ہے۔ دنیا میں کسی بھی رحم وکرم کرنے والے انسان کو رحیم یا کریم تو کہا جاسکتا ہے لیکن اس کو ''رحمٰن'' کہنا جائز نہیں ہوسکتا۔ دراصل رحمٰن میں رحیم وکریم کے مقابلے میں زیادہ مبالغہ ہے اور اس مبالغہ کی حق دار صرف وہ ذات گرامی ہے جس نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کائنات کی ایک ایک مخلوق پر رحم وکرم کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ رحمٰن ورحیم کے معنی میں یہ فرق ہے کہ رحمٰن کے معنی یہ ہیں کہ اللہ دنیا میں مسلمان اور کافر بھی کے ساتھ رحم کرنے والا ہے اور رحیم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ آخرت میں صرف ان لوگوں پر رحم کرے گا جو دنیا میں اس کے اطاعت گزار رہے ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ رحمٰن وہ ذات گرامی ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا کرے اور رحیم وہ ذات ہے کہ جب اس سے نہ مانگا جائے تو وہ غضبناک ہو۔

امام سعدیؒ فرماتے ہیں کہ رحمٰن وہ ذات ہے جو مصائب وتکالیف کو دور کرتی ہو اور رحیم وہ ذات ہے جو گناہوں کی بخشش کرنے والی ہو۔ بہرحال رحمٰن میں مبالغہ

بہر اعتبار زیادہ ہے۔ رحمٰن کا رحم وکرم غیر محدود ہے اور رحیم کا رحم وکرم محدود ہے اور صرف اطاعت کرنے والوں کے لئے ہے۔ رحمٰن میں ربوبیت کی شان بہ نسبت رحیم کے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ صرف سمجھانے کا مثالی انداز ہے۔ ورنہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جو ہمارا رب ہے وہی رحیم ہے، وہی رحمٰن ہے، وہی خالق ہے اور وہی رزاق ہے۔ سورۂ رحمٰن کی شروعات اسم ''الرحمٰن'' سے ہوئی ہے۔ قرآن کی تین سورتیں حق تعالیٰ کے صفاتی نام سے شروع ہوتی ہیں ان میں سے ایک سورۂ نور ہے جو اٹھارہویں پارے میں ہے۔ دوسری سورۂ مومن ہے جو چوبیسویں پارے میں ہے اور تیسری سورۃ، سورۂ رحمٰن ہے جو ۲۷ویں پارے میں ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کائنات کو چھ دن میں پیدا فرمایا ہے۔ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّام اور سورۂ رحمٰن میں کل آیات ۷۸ ہیں اور ۷۸ کا مفرد عدد ۶ آتا ہے۔ اگر ہم اس چھ (۶) کو ۷۸ کے شروع میں رکھ دیں تو ۷۸۶ بنتا ہے۔ ۷۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کل اعداد ہیں، اسمِ رحمٰن کا مرکب عدد ۱۹ ہوتا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف بھی ۱۹ ہی ہیں۔ اعدادی طور پر حق تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کائنات کی کل نعمتوں کا خالق وہی ہے جو اپنے بندوں کے لئے رحیم بھی ہے اور رحمٰن بھی۔ سورۂ رحمٰن میں حق تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے اور ہر نعمت کا ذکر کرنے کے بعد خاص انداز میں اپنے بندوں سے یہ سوال کیا ہے کہ تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

حضرت جابرؓ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اصحاب کی مجلس میں تشریف لائے اور سورۂ رحمٰن کی شروع سے اخیر تک تلاوت فرمائی۔ تمام صحابہ خاموشی کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی تلاوت سنتے رہے۔ ختم سورۃ پر رسول کریم

ﷺ نے فرمایا کہ تم انسانوں سے بہتر جنات ہی رہے کہ میں نے جب بھی فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھا تو جنات نے کہا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ یعنی اے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔

اس دنیا میں انسانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ تو وہ ہے جو اللہ کی نعمتوں کی تکذیب کرتا ہے۔ تکذیب اس معنی کر کہ وہ ان نعمتوں کی نسبت اللہ کے سوا دوسری ذاتوں کی طرف کرتا ہے یا پھر ان نعمتوں کی محض اپنی کاوشوں کا صلہ سمجھ کر ان کی شان گھٹاتا ہے اور اس دنیا میں انسانوں کا ایک طبقہ وہ بھی ہے جو اگرچہ اللہ کی نعمتوں کی تکذیب تو نہیں کرتا البتہ ان نعمتوں کو ناقدری ضرور کرتا ہے اور ناقدری بھی تکذیب ہی کے ہم معنی ہے۔ ناقدری ہی کو کفران نعمت کہتے ہیں اور کفران نعمت کرنے والے اتنے ہی بڑے گناہ گار اور نافرمان ہیں جتنے بڑے گناہ گار اور نافرمان وہ لوگ ہیں جو اللہ کی پیدا کردہ نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں سے استفادہ نہ کرنا بھی ایک طرح کی ناقدری ہے اور اس طرح کی ناقدری بھی انسان کو عبدیت اور بندگی کے اعلیٰ مقام سے گرا دیتی ہے۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے اس کائنات میں جو کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ اپنے بندوں کو راحت پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس کائنات کی ہر بے جان اور جاندار چیز اس کے بندوں کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ یہ کتنا بڑا انعام ہے؟ اس کائنات میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو بظاہر کارآمد نہیں ہوتیں۔ لیکن وہ بھی کچھ نہ کچھ افادیت رکھتی ہیں اور کچھ نہ کچھ بالواسطہ اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں ان کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں کا اندازہ صحیح معنوں میں اللہ کے بندوں کو بھی نہیں ہے اور

بہت ساری ایسی چیزوں کا اندازہ انسانوں کو نہیں ہے جو خود بخود انسانوں کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں اور اپنی موجودگی سے انسانوں کو زبردست فائدہ پہنچا رہی ہیں اور یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس کائنات کی کوئی بھی مخلوق اور کوئی بھی شئے عبث اور بے فائدہ نہیں ہے۔ زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑے اور جنگلوں میں رہنے والے جنگلی جانور سب اپنی جگہ اہم اور مفید ہیں اور انسانوں کو براہِ راست یا بالواسطہ فائدہ پہنچانے کی جو میں لگے ہوئے ہیں۔ سورۂ رحمٰن میں تو کچھ ہی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس وسیع و عریض کائنات میں نہ جانے اللہ کی پیدا کردہ کتنی نعمتیں ہیں کس کس نعمت کی مثال دیں۔ زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک لاکھوں اور کروڑوں انعامات ہیں جو انسانوں کے لئے عطیۂ خداوندی ہیں لیکن یہ انسان حقیقتاً ناقدرا اور ناشکرا ہے اور اسی انسان کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے خالق کائنات نے اپنی پیدا کردہ نعمتوں اور راحتوں کا ذکر کرنے کے بعد انسانوں سے یہ سوال کیا ہے کہ بتاؤ تو بھلا تم کس کس نعمت اور کس کس مفید چیزوں کی تکذیب و تردید کرو گے؟

اس سورۃ کی ابتدا بھی عجیب و غریب انداز سے ہوئی ہے۔ فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ یعنی وہ ذات یقیناً انتہائی رحم و کرم والی ہے جس نے انسان کو علم قرآن سے سرفراز فرمایا۔ اس کائنات کی دو چیزیں سب سے زیادہ اہم ہیں ایک وہ نبی و رسول جو اللہ تعالیٰ کی طرف انسانوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوا ہو اور ایک وہ آسمانی کتاب جو انسان کی رشد و ہدایت کے لئے کسی رسول پر اتاری گئی ہو۔ پھر انبیاء اور رسولوں میں سب سے زیادہ مقدس اور محبوب ترین ہستی خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ہے جو اس دنیا میں آخری پیغمبر کی حیثیت سے تشریف لائے اور جنہیں رحمت للعالمین کے خطاب سے رب العالمین نے سرفراز فرمایا اور آسمانی کتابوں میں

سب سے زیادہ اہم کتاب قرآن حکیم ہے جو آخری کتاب کی حیثیت سے آخری رسول پر نازل کی گئی۔ بلاشبہ وہ امت بھی خوش نصیب ہے جو محمد ﷺ جیسی عظیم الشان ہستی کی نبوت ورسالت سے سرفراز ہوئی اور جس کے لئے آسمان سے قرآن حکیم جیسی رفیع الشان کتاب نازل کی گئی۔ یہ کتاب اپنی جلالت اور وجاہت کے اعتبار سے ایک بھاری بھرکم کتاب تھی لیکن اس کتاب کو امت مسلمہ کے لئے آسان کردیا گیا۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ انتہائی رحیم وکریم ہے وہ ذات گرامی جس نے امت محمدی کو قرآن مقدس کا علم عطا کیا۔ یعنی اس قرآن کا علم عطا کیا جو اپنی جلالت اور اپنی عظمت کے اعتبار سے دنیا کی سب سے زیادہ عظیم الشان اور دنیا کی سب سے زیادہ رفیع المرتبت کتاب ہے اور اس کی جلالت اور بڑائی کا اندازہ اس بات سے کیجئے، جو خود باری تعالیٰ نے اسی قرآن میں ارشاد فرمائی ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تم دیکھ لیتے کہ وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے اور یہ مثالیں ہم اس لئے سناتے ہیں لوگوں کو تاکہ وہ غور کریں۔ (سورۂ ممتحنہ، آیت نمبر:۲۱)

اس آیت قرآنی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن حکیم اس کائنات کی عظیم الشان نعمت ہے اس کی ہزاروں خصوصیات ہیں لیکن اس کی چار خصوصیات ایسی ہیں کہ جو انسانی علوم کی تمام خصوصیات پر غالب ہیں۔ اس قرآن حکیم کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ کلام بلاشبہ رب العالمین کا کلام ہے اور اس کلام کو شبہات سے محفوظ رکھنے کے لئے رحمۃ للعالمین کو جو اس دنیا میں سب سے زیادہ عظیم الشان اور

سب سے زیادہ علم وفہم رکھنے والے نبی اور رسول تھے انہیں امی رکھا گیا۔ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ لکھنے پڑھنے کے عادی ہوتے تو کفار ومشرکین کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ قرآن جس کو کلام الٰہی بتا کر پیش کیا جارہا ہے کہ درحقیقت بذات خود محمد ﷺ کا کلام ہے لیکن اس کی مقبولیت بڑھانے کے لئے اس کو خدا کا کلام بتا کر اہل عرب کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کا امی ہوکر یہ کلام پیش کرنا بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ ہی کا کلام ہے اور یہ کلام قلب محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ قرآن وحدیث کا علم رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے متن میں واضح فرق ہے۔ بہت معمولی درجہ کا علم رکھنے والا طالب علم بھی یہ سمجھ لیتا ہے کہ قرآن و حدیث کی زبان بالکل جداگانہ ہے۔

قرآن حکیم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے عربی کلام میں سب سے زیادہ ممتاز ہے اور عربی کلام کی بلاغتیں قرآن حکیم کی آیات کے سامنے پانی بھرتی نظر آتی ہیں چنانچہ جب کفار ومشرکین نے قرآن حکیم پر اعتراضات کئے اور جھٹلانے کے لئے مختلف پینترے بدلے تو اس وقت رب العالمین نے بذریعہ محمد ﷺ لوگوں سے کہا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم ایسی ایک بھی سورت یا ایک ہی آیت بنا کر دکھادو اور تم چاہو تو اس کام کے لئے عرب کے شعراء اور ادباء کی بھی مدد حاصل کرسکتے ہو۔ چنانچہ اسلامی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ عربی زبان کے ماہرین کی ایک ٹولی نے ہر ممکن کوشش کرکے دیکھ لی لیکن وہ ایک آیت بھی قرآن حکیم کی آیات جیسی نہ بنا سکے اور اس طرح عہد نبوی ہی میں یہ بات مترشح ہوگئی کہ قرآن بلاشبہ اللہ کا کلام ہے اور اس کلام کی نظیر پیش کرنا عقلاً اور واقعتاً ناممکن ہے۔ علم قرآن کو دنیا کا سب سے زیادہ اہم علم بتلایا گیا ہے اور حدیث

میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ جہاں تک ثواب آخرت کا معاملہ ہے تو قرآن حکیم کو بغیر سمجھے پڑھنے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص الٓمٓ پڑھے گا تو اس کو تیس نیکیاں ملیں گی یعنی ایک حرف کے بدلے میں اس کو دس گنا نیکیاں عطا ہوں گی خواہ پڑھنے والا قرآنی حروف کے معانی سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو لیکن قرآن حکیم کے اندر علم و حکمت کے جو خزانے مدفون ہیں ان کا ادراک کرنا اور ان کی تہہ تک پہنچنا اس قرآن کے نزول کا اصل مقصد ہے۔ اگر قرآن کا بے سمجھے پڑھنا کافی ہوتا تو جگہ جگہ یہ ارشاد فرمانے کی ضرورت نہیں تھی کہ اس قرآن میں بے شمار نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ. اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ جیسی آیات بجائے خود یہ ثابت کرتی ہیں کہ قرآن حکیم کے نازل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندے قرآنی علوم کی گہرائی میں جانے کی جدوجہد کریں اور اپنے خالق کی صناعی اور قدرت پر غور و فکر کریں اور اندازہ کریں کہ اس نے اس کائنات میں کیا کیا نعمتیں اور کیسی کیسی مخلوقات پیدا کیں ہیں اور یہ تمام چیزیں خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان وہ سب کی سب انسان کی خدمت و ضرورت کے لئے پیدا کی گئی ہیں جو اس کائنات کا اصل منشاء ہے اور جس کی تخلیق کا مقصد محض عبادت اور بندگی ہے۔ گویا کہ انسان کے وجود کا مقصد ہے یاد خداوندی اور اظہار بندگی اور باقی تمام چیزوں کی تخلیق کا مقصد انسان کی خدمت ہے۔

اس حقیقت کا اندازہ صحیح معنوں میں اسی وقت کر سکتے ہیں جب کلام الٰہی کو سمجھ کر پڑھیں اور اسی بات کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ رحمٰن و رحیم کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ انسان کو علم قرآن کی دولت سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد یہ فرمایا

گیا کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ یعنی رحمٰن کی ذات وہ ذات گرامی ہے کہ جس نے انسان کو پیدا کر کے اس کو قوت گویائی عطا کی۔ اس دنیا میں جس قدر بھی مخلوق پیدا کی گئی ہے اپنی اپنی زبان میں وہ سب ہی بولتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی بات چیت کو سمجھتے بھی ہوں گے۔ ان کا بولنا اگر بالکل ہی بے مطلب اور بے معنی ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام ان جانوروں کی بات چیت کو کیسے سمجھتے؟

قرآن حکیم نے ہمیں یہ بتایا کہ رب العالمین فرماتے ہیں وَ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ اور ہم نے سکھائی ہے سلیمانؑ کو بولی پرندوں کی۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ پرندے بھی گفتگو کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن انسان کو گفتگو کرنے کی جو مہارت عطا کی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعض بیان جادو کی طرح اثر رکھتے ہیں۔ اس دنیا کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس دنیا کے ہزاروں باصلاحیت انسانوں نے اپنے مضامین اور اپنے اشعار کے ذریعے دنیا میں انقلاب برپا کئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے حالات کے رخ کو اپنی تحریروں اور اپنی تقریروں سے موڑ دیا۔ یہ قوت تحریر و تقریر اور یہ قوت کلام و بیان اس بات کی علامت ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنی قوت گویائی کی وجہ سے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز بھی ہے اور منفرد بھی۔ دنیا میں پھیلی ہوئی کروڑوں کتابیں، تقاریر و خطابات کی لاکھوں کیسٹیں بجائے خود اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ نے انسان کو سمجھنے اور سمجھانے کی اور بولنے اور سننے کی وہ صلاحیتیں بخشی ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ بے شک دوسری مخلوقات بھی بولتی ہیں سنتی ہیں اور ایک دوسرے کی بات چیت کو سمجھتی ہیں لیکن ان کا بولنا اور سننا نطق و سماعت کی صلاحیتوں کے اعتبار سے بہت ہی محدود ہے اور بولنے اور سننے پر فخر نہیں کیا جاسکتا۔ آج تک نہیں سنا گیا کہ کسی چرند اور پرند

نے کوئی کتاب لکھی ہو یا اپنی کسی تقریر کو ریکارڈ کرایا ہو جب کہ انسانوں نے لاکھوں اور کروڑوں کتابیں لکھ کر اس دنیا میں پھیلا دیں اور اپنے سحر انگیز بیانات سے دنیا بھر کے لوگوں کو مسحور کر کے رکھ دیا۔ بہر کیف قرآن حکیم کی آیات سے یہ بات ثابت ہے کہ جانوروں میں گفتگو کی صلاحیت موجود ہے اور وہ آپس میں اپنی زبان سے بات چیت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی بات کو سمجھتے ہیں۔ اسی بات کو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تفسیر عثمانی میں یہ فرمایا ہے۔

''اس بات کا انکار کرنا کھلی بات کے انکار کے برابر ہوگا کہ پرندے جو بولیاں بولتے ہیں ان میں ایک خاص حد تک افہام وتفہیم کی شان پائی جاتی ہے۔ ایک پرندہ جس وقت اپنے جوڑے کو بلاتا ہے یا دانہ کھلانے کے لئے اپنے بچوں کو آواز دیتا ہے یا کسی چیز سے خوف کھا کر خبردار کرتا ہے۔ ان تمام حالات میں اس کی بولی اور اس کا لب ولہجہ یکساں نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کے مخاطبین اس فرق کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اس سے ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے احوال وضروریات کے وقت بھی اُن چہچہوں میں ایسا لطیف وخفیف تفاوت ہوتا ہوگا جسے وہ آپس میں سمجھ لیتے ہوں گے۔ تم کسی پوسٹ آفس میں چلے جاؤ اور تار کی مشابہ کھٹ کھٹ گھنٹوں سنتے رہو تو یہ آواز تمہارے نزدیک بے معنی ہوگی لیکن ٹیلی گراف ماسٹر فوراً بتادے گا کہ فلاں جگہ سے فلاں آدمی یہ کہنا چاہ رہا ہے۔ جس طرح انسان کا بچہ اپنے ماں باپ کی زبان سے آہستہ آہستہ واقف ہوتا رہتا ہے۔ پرندوں کے بچے بھی اپنی فطری استعداد سے اپنی برادری کی بولیاں سمجھنے لگتے ہیں۔

یورپ کی جدید تحقیقات اب حیوانات کی عقلوں کو آدمیت کی سرحد سے قریب کرتی جارہی ہے۔ حتی کہ حیوانات کی ابجد تیار کی جارہی ہے۔ بعض طیور کا اپنی بولی

میں آدمیوں کے بعض علوم کا ادا کرنا اور چیونٹیوں کا آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرنا اور حضرت سلیمانؑ کی اس بات کو سمجھ لینا یہ سب باتیں بعض لوگوں کے نزدیک احمقانہ ہوسکتی ہیں لیکن قرآن پر یقین رکھنے والوں کے لئے یہ باتیں قرین فہم بھی ہیں اور قابل یقین بھی۔''

لیکن اس حقیقت کے باوجود کہ جانور آپس میں بات چیت کی صلاحیت رکھتے ہیں، یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قوت گویائی اور کلام و بیان کی صلاحیت انسان کو عطا کی ہے وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں کی۔ انسان بولنے اور بیان کرنے کی ایسی عظیم الشان نعمت سے بہرہ ور ہے جس کی نظیر دوسری مخلوقات میں نہیں ملتی۔ تقریباً چھ ہزار سے زائد زبانیں اس دنیا میں رائج ہیں اور انسان اپنے اپنے علاقے کی زبان میں جس انداز سے گفتگو کرتا ہے اور پھر اپنی گفتگو سے دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے تو یہ ایک ایسی نعمت ہے جسے کھلے طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے اسی بات کو رب العالمین نے بیان کیا ہے کہ رحمٰن ورحیم ہے وہ ذات جس نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو گفتگو کی اعلیٰ صلاحیت عطا کی اور اچھی گفتگو کی صلاحیت ایک انسان کو دوسرے انسانوں میں ممتاز کرتی ہے اور حسن کلام کی بنیاد پر ایک انسان دوسرے انسانوں پر فوقیت اور برتری حاصل کرتا ہے۔

بہتر ہے کہ "خَلَقَ الْاِنْسَانَ" کی تشریح وتوضیح میں چند باتیں واضح کردی جائیں تاکہ قدرت خداوندی کی صناعی کا اندازہ ہوسکے۔ سب سے پہلے انسان کے چہرے کو لیں جو سر سے شروع ہو کر انسان کی ٹھوڑی تک اپنا احاطہ بنائے ہوئے ہے۔ انسان کے وجود کی اور بالخصوص چہرے کی ہر ایک چیز اپنی جگہ اہم ہے۔ کوئی ایک چیز بھی اگر متاثر ہوجائے گی تو انسان کی صلاحیتیں اور اس کا حسن اپنا اثر کھو بیٹھے گا۔ مثلاً

اگر کسی انسان کے دونوں کانوں میں سے ایک کان کٹ جائے یا دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ پھوٹ جائے تو اگر چہ ایک کان اور ایک آنکھ سے انسان اپنا کام چلا سکتا ہے لیکن ایک کان کٹنے سے اور ایک آنکھ پھوٹ جانے سے چہرے میں جو عیب اور بدنمائی پیدا ہوگی اس سے انسان کا حسن و جمال پامال ہو کر رہ جائے گا۔ اسی طرح دونوں ٹانگوں میں سے یا دونوں ہاتھوں میں سے ایک ٹانگ یا ایک ہاتھ کٹ جائے تو انسان کی کشش ختم ہو جائے گی۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کے وجود میں ہر ہر چیز کی ایک اہمیت ہے اور ہر ہر چیز کی موجودگی سے انسان کا حسن و جمال باقی رہتا ہے۔ اب ایک ایک چیز پر ہم غور کریں کہ اللہ نے کس چیز کو کس لئے پیدا کیا ہے۔ آنکھ کا کام دیکھنا ہے، یہ آنکھ جس کا سہارا لے کر انسان موجودہ چیزوں کو دیکھتا ہے، یہ سات پرتوں سے بنی ہے۔ ہر پرت کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اگر ایک پرت بھی متاثر ہو جائے گی تو انسان کی بینائی میں فرق پڑ جائے گا۔ آنکھیں چوں کہ قدرت خداوندی کا ایک خاص عطیہ ہیں اس لئے ان کی حفاظت کے لئے پلکوں کا ایک سائبان بنا دیا گیا ہے تاکہ غبار وغیرہ سے ان کی حفاظت رہے۔ اگر پلکیں نہ ہوتیں تو آنکھوں کی حفاظت بہت دشوار ہو جاتی۔ ان پلکوں سے حفاظت بھی ہے اور خوبصورتی بھی۔ اندازہ کیجئے کہ جب انسان سوتے وقت اپنی آنکھوں کو بند کر لیتا ہے تو پلکیں کس طرح آنکھوں کو ڈھانپ کر آنکھوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ آنکھوں کو حق تعالیٰ نے سنترے کی پھانک کی طرح بنایا ہے۔ اگر یہ صرف لمبی یا صرف چوڑی ہوتیں تو بھی ان کی خوبصورتی ایسی نہ ہوتی جیسی ہے۔ ان کو اس انداز میں اس لئے بھی تخلیق کیا گیا ہے کہ اگر آنکھ میں کوئی چیز گر جائے تو دائیں بائیں جانب سے وہ بہ آسانی نکل سکے۔ اگر ان کی بناوٹ محض چوڑی یا محض لمبی ہوتی تو ان میں گری ہوئی

کوئی چیز دائیں یا بائیں جانب سے نہیں نکل سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت عملی دیکھئے کہ اس نے آنکھوں کی بناوٹ کو موجودہ طرز پر اس لئے بنایا ہے کہ یہ دیکھنے میں بھی خوش نما محسوس ہوں اور ان میں گر جانے والی چیز بھی بہ آسانی باہر آسکے۔ پلکوں کو محض حفاظت کے لئے بنایا گیا اور پلکوں کے اوپر آنکھوں پر بھنوئیں بھی بنا دی گئیں تاکہ آنکھوں کی خوبصورتی میں اضافہ ہو اور ان بھنوؤں اور پلکوں میں خاص طور پر یہ اہتمام رکھا گیا کہ ان کے بال حد سے زیادہ بڑھنے نہیں پاتے۔ جس طرح سر اور داڑھی کے بال مسلسل بڑھتے رہتے ہیں اور بار بار کاٹنے اور تراشنے کی نوبت آتی ہے پلکوں اور بھنوؤں کے بال محدود ہوتے ہیں اور ان کو کاٹنے تراشنے کی نوبت نہیں آتی، اگر یہ بڑھا کرتے تو آنکھوں کی حفاظت ممکن نہیں تھی بلکہ ان بالوں کی وجہ سے آنکھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہتا۔ جن حضرات وخواتین کی پلکیں یا بھنویں ختم ہو جاتی ہیں ان کو دیکھئے کہ کس قدر بدنما محسوس ہوتے ہیں اور ان کی آنکھوں کی حفاظت بھی حتی المقدور نہیں ہو پاتی۔ خالق کائنات کا فضل وکرم ہے کہ اس نے آنکھوں جیسی نعمت کا حسن برقرار رکھنے کے لئے اور ان کی افادیت کو محفوظ رکھنے کے لئے آنکھوں کے اوپر پلکوں اور بھنوؤں کو پیدا کیا۔

قدرت نے ہونٹوں کو منہ کے لئے پردہ بنایا اور ایک ایسے دروازے کا ان ہونٹوں سے کام لیا جو مقصد پورا ہو جانے پر بند ہو جاتا ہے۔ ہونٹوں سے مسوڑھوں کی بھی حفاظت ہوتی ہے اور ان ہونٹوں سے انسان کے چہرے کی خوبصورتی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ہونٹ نہ ہوتے تو انسان کا چہرہ بدنما سا لگتا۔ گفتگو کے دوران ہونٹوں کی حرکت آواز کے زیر وبم کو بہت اچھی طرح واضح کرتی اور گفتگو میں مٹھاس پیدا کرتی ہے۔ ہونٹوں کے اندر یعنی منہ کے اندر پیدا کردہ زبان نہ صرف یہ کہ انسان

کے دل کی ترجمانی کرتی ہے بلکہ غذا کی لذت کو محسوس کراتی ہے۔

منہ کے اندر بتیس دانت پیدا کئے گئے۔ ان دانتوں سے ثقیل چیزوں کو چابنے کا کام بھی لیا جاتا ہے اور یہ دانت انسان کی ہنسی اور مسکراہٹ میں خوبصورتی پیدا کرنے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ اگر منہ میں دانت نہ رہیں جیسا کہ بڑھاپے میں نہیں رہتے تو غذا کو چبانے میں دشواری پیدا ہوتی ہے اور ہنسنے ہنسانے کا مزا ختم ہو جاتا ہے۔ ان دانتوں کے ساتھ دونوں سائڈ میں داڑھیں بھی پیدا کی گئی ہیں جو غذا کو چبانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منہ کے اندر ایک طرح کی تراوٹ رکھی ہے اور یہی تراوٹ غذا کو معدہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اگر منہ کے اندر لعاب دہن نہ ہوتا تو انسان کا منہ خشک ہو کر رہ جاتا اور اس کی خشکی کی وجہ سے بات چیت کرنے میں دشواری پیش آتی، اس لئے رب کائنات نے منہ کے اندر لعاب اور تراوٹ کو پیدا کیا اور یہ لعاب اور تراوٹ نہ صرف یہ کہ منہ کی خشکی کو دور کرتی ہے بلکہ اس لعاب دہن کی وجہ سے انسان مختلف امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ طبی طور پر یہ ثابت ہے کہ منہ کے زخم، بغیر کسی دوا کے چند دنوں میں خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں اور یہ سب لعاب دہن کا کرشمہ ہے کیوں کہ لعاب دہن بجائے خود ایک دوا ہے۔ اگر صبح کو اٹھ کر کوئی شخص اپنا لعاب دہن پھنسی پر لگا لے تو پھنسی دب جاتی ہے اور مزید پھولنے اور پھلنے نہیں پاتی۔

ہونٹوں اور مسوڑھوں سے دانتوں کی حفاظت کا کام لیا گیا ہے اور ہونٹوں سے چہرے کی خوبصورتی بھی بڑھ گئی ہے۔ اگر ہونٹ نہ ہوتے تو چہرہ عجیب لگتا اور مسکرانے کا مزہ بھی ختم ہو جاتا۔ ان ہونٹوں کی موجودگی سے جہاں چہرے کی بناوٹ اچھی لگتی ہے وہیں زیر لب مسکرانے اور بات کرنے کا مزہ کئی گنا بڑھ گیا ہے

مسوڑھوں سے ان دانتوں کی حفاظت ہوتی ہے جو ہنسنے کے لئے بھی ہیں اور غذا کو چبانے اور باریک کرنے کے لئے بھی۔ جن حضرات کے دانت نہیں رہتے ان کی زندگی کا مزہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ نہ وہ صحیح معنوں میں ہنس سکتے ہیں اور نہ ہی غذا سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اللہ نے منہ میں زبان پیدا کر کے جو ۳۲ دانتوں کے بیچ ہوتی ہے اور غذا کا مزہ محسوس کرنے کا کام دیتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اسی زبان کی بدولت انسان بات چیت کرتا ہے اور اپنے دل کی باتیں دوسروں تک پہنچاتا ہے یہی وجہ ہے کہ زبان کو دل کی ترجمان کہا جاتا ہے۔ دانتوں کے دائیں بائیں ڈاڑھیں پیدا کی گئی ہیں۔ یہ غذا کو باریک پیس کر حلق کے ذریعہ پیٹ میں پہنچاتی ہیں۔ جب انسان کے منہ میں ڈاڑھیں نہیں رہتیں تو انسان کی تندرستی متاثر ہونے لگتی ہے کیونکہ پھر انسان غذا کو چاب کر نہیں کھاتا اور جب غذا بغیر چابے پیٹ میں جاتی ہے تو وہ ہضم نہیں ہوتی اور اس طرح نظام معدہ بگڑ کر رہ جاتا ہے رب العالمین کا فضل بیکراں ہے کہ اس نے غذا کو چابنے کے لئے مضبوط قسم کی ڈاڑھیں پیدا کیں جو کسی بھی اچھی مشین اور مکسی سے زیادہ غذا کو باریک کر دیتی ہیں اور غذا کو جزو بدن بنانے کے قابل بنا دیتی ہیں۔

دانتوں کی بناوٹ پر غور کیجئے کہ سب دانت ایک طرح کے نہیں ہیں۔ سامنے کے دانت کچھ بڑے ہیں پھر ادھر اُدھر تک چھوٹے ہوتے چلے جاتے ہیں اس طرح سامنے کے دانت کسی بھی چیز کو توڑنے اور پھاڑنے میں انسان کی مدد کرتے ہیں اور انسان ان سامنے کے دانتوں کی بناوٹ کی وجہ سے بات کرتے ہوئے اور ہنستے ہوئے بھی اچھا لگتا ہے۔ ان دانتوں کی بناوٹ موتیوں کی لڑی معلوم ہوتی ہے اور یہ دانت اپنی خوبصورتی اور افادیت کی وجہ سے قدرت خداوندی کا ایک خاص عطیہ

ہیں۔ زبان نہ صرف یہ کہ بولنے اور گفتگو کرنے کا بہترین آلہ ہے بلکہ یہ غذا کے مزے کو محسوس کرنے کا ایک بے نظیر ذریعہ بھی ہے۔ زبان کی نوک پر غذا کے لگنے سے اس کے سرد، گرم میٹھے اور پھیکے ہونے کا احساس ہو جاتا ہے۔ اگر یہ زبان نہ ہوتی تو انسان نہ بات چیت کر سکتا اور نہ ہی کسی غذا سے لطف اندوز ہوتا۔

کانوں کی حکمت پر غور کیجئے۔ یہ انسان کے چہرے کے دائیں بائیں عجیب انداز سے بنائے گئے ہیں ان کی موجودگی سے چہرہ اچھا لگتا ہے اور ان کی بناوٹ چہرے کو پرکشش بناتی ہے۔ ان کانوں کی وجہ سے انسان دوسروں کی بات کو سنتا ہے جو لوگ ان کانوں سے محروم ہوتے ہیں یا جو لوگ قوت سماعت سے محروم ہوتے ہیں ان کی زندگی خود اپنے لئے بھی اجیرن بن جاتی ہے اور یہ لوگ دوسروں کے لئے بھی مشکلات کھڑی کرتے ہیں۔ پھر ان کانوں میں عجیب طرح کی ایک رطوبت پیدا کی ہے کہ اگر کوئی کیڑہ ان کانوں کے اندر چلا جائے تو کچھ دیر کے بعد وہ اس زہریلی رطوبت کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ کان کے پردے بہت نازک ہوتے ہیں اس لئے ان کی حفاظت کے لئے کان کے اندر کے سوراخ اس طرح بنائے گئے ہیں جیسے پہاڑوں میں گپھائیں ہوتی ہیں۔ اگر یہ سوراخ سیدھا سادے ہوتے تو آئے دن ان میں کیڑے مکوڑے گھستے اور کانوں کے پردوں کو نقصان پہنچاتے۔

ناک بھی انسان کے چہرے کا ایک مخصوص حصہ ہے۔ اس ناک کی وجہ سے انسان خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ ناک کی بناوٹ انسان کے حسن و جمال میں وجہ امتیاز بنتی ہے اور کسی بھی انسان کے چہرے پر جب نظر پڑتی ہے تو سب سے پہلے اس کی ناک پر نظریں جمتی ہیں۔ ناک مختلف انداز کی ہوتی ہیں چپٹی اُبھری ہوئی ڈھلاؤں دار جھکی ہوئی۔ ان ناکوں کی بناوٹ سے انسان کی شخصیت کا مطالعہ کیا جاتا

ہے اور انداز کرنے والے یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ یہ انسان کس طرح کا مزاج رکھتا ہے۔ ہر انسان اپنی ناک کو حد سے زیادہ اہمیت دیتا ہے اور اسی ناک کی بدولت عزت وذلت کے مسائل کھڑے ہوتے ہیں۔ اس ناک سے خوشبو اور بدبو کا احساس ہوتا ہے ناک میں دو نتھنے بنائے گئے ہیں ان کے ذریعہ اندر کی ہوا باہر نکلتی ہے اور باہر کی ہوا اندر جاتی ہے۔ اسی ناک کی بدولت انسان سانس لیتا ہے اور اس کائنات میں زندہ رہتا ہے۔ وہ سانسیں جن سے انسانی حیات کا سلسلہ باقی رہتا ہے وہ سانسیں اسی ناک کی مرہون منت ہیں۔ انسان اس ناک کے ذریعہ ۲۴ گھنٹوں میں تقریباً ۳۰ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔ اس حساب سے ایک انسان اللہ کی پیدا کردہ ناک کے ذریعہ ایک مہینے میں نو لاکھ مرتبہ سانس لیتا ہے۔ اس حساب سے ایک انسان ایک سال میں ایک کروڑ آٹھ لاکھ مرتبہ سانس لیتا ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے سانس لینے میں دشواری پیدا ہو جائے تو انسان کی زندگی کا سلسلہ موقوف ہو جاتا ہے

حلق کے اندر نرخرہ بنایا گیا ہے اس نرخرہ کی وجہ سے انسان کے منہ سے نکلنے والی آوازوں کا زیر و بم قائم رہتا ہے اور مختلف قسم کی آوازیں منہ سے برآمد ہوتی ہیں جو باہر نکل کر مختلف انداز اختیار کر لیتی ہیں۔ چنانچہ جس طرح اس دنیا میں انسانوں کی شکلیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اسی طرح ان کی آوازیں بھی مختلف ہوتی ہیں اور محض کسی انسان کی آواز سن کر اس کو پہنچانا جا سکتا ہے ہم ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کسی بھی آواز کو سن کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہ آواز کس انسان کی آواز ہے۔

ہاتھوں کی ساخت دیکھئے۔ ایک ہاتھ میں ۴ انگلیاں اور ایک انگوٹھا اس طرح بنایا ہے کہ کسی بھی چیز کو پکڑنے میں آسانی رہے۔ چاروں انگلیاں سیدھی ہیں اور انگوٹھے کا رخ کچھ دائیں بائیں کو اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ پھر انگلیاں سب برابر نہیں

ہیں اگر سب انگلیاں برابر ہوتیں تو ہاتھوں کی خوبصورتی ختم ہو جاتی۔ ان کو چھوٹا بڑا بنا کر ہاتھوں کے حسن میں اضافہ کیا ہے۔ ہر انگلی اور انگوٹھے میں تین تین پورے اور حصے بنائے ہیں تاکہ ان کو موڑا جا سکے اور ان سے کام کرنے میں آسانی رہے۔ ہتھیلی کی ساخت پر غور کیجئے کہ اس کو بنانے میں قدرت خداوندی نے کس حکمت عملی کو پیش نظر رکھا ہے۔

ہتھیلی کو چوڑا بنایا گیا ہے تاکہ اس سے دوسرے بھی کام کئے جا سکیں چنانچہ ہتھیلی پر رکھ کر انسان کسی بھی چیز کو پھانک سکتا ہے اس طرح انسان کی ہتھیلی پلیٹ اور طشتری کا بھی کام انجام دیتی ہے۔ انگلیوں کو اگر ہم کچھ بند کر لیں تو ہتھیلی ایک چلو کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور انسان اس چلو کی مدد سے پانی پی سکتا ہے۔ چنانچہ دوران سفر اگر انسان کے پاس کٹورہ یا گلاس نہ ہو تو وہ ایک ہاتھ سے نل چلا کر اپنے دوسرے ہاتھ کا چلو بنا کر پانی پی سکتا ہے اور اگر کسی نہر یا دریا سے پانی پینا ہو یا کسی دوسرے شخص سے نل چلا کر پانی پینا ہو تو دونوں ہاتھوں کا چلو بنا کر پانی پیا جا سکتا ہے۔ قدرت نے انسانی ہاتھوں کی ساخت اس طرح رکھی ہے کہ انسان دونوں ہاتھوں سے برتن کا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ ہم کئی بار یہ دیکھتے ہیں کہ ایک ہاتھ پر روٹی رکھ کر انسان دوسرے ہاتھ سے روٹی کھا رہا ہے گویا کہ وہ ایک ہاتھ کو پلیٹ بنا کر روٹی کھاتا ہے۔ کسی بھی دوسری مخلوق کے ہاتھوں میں یہ ساخت موجود نہیں ہے ہاتھوں کی انگلیوں کو اگر ہم پوری طرح بند کر لیں تو اب یہ مکا بن جاتا ہے اور یہ ایک طرح کا دیسی ہتھیار ہے۔ یہ مکا اگر کسی انسان کے دانتوں پر مار دیا جائے تو اس سے دانت ٹوٹ سکتے ہیں۔ انگلیوں کے سروں پر ناخن بنائے گئے ہیں ان سے حفاظت بھی ہوتی ہے اور ان سے خوبصورتی بھی محسوس ہوتی ہے اگر انگلیاں سپاٹ ہوں اور

ناخنوں سے محروم ہوں تو ان کی خوبصورتی پامال ہو جاتی ہے۔ انسان ان ناخنوں سے کھجانے کا کام بھی لیتا ہے اگر خارش یا کھجلی ہو جائے تو ہم کسی دوسری چیز کے ذریعہ بھی کھجا سکتے ہیں لیکن جو مزا ناخن سے کھجانے میں آتا ہے وہ کسی دوسری چیز سے کھجانے میں نہیں آتا۔ قربان جایئے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ اس نے انسان کی ادنیٰ سی ضرورت کے لئے ناخنوں کو پیدا کر کے انسان کی عظمت کو محسوس کرایا اور جہاں تک انسان کے اپنے ہاتھ نہیں پہنچ پاتے وہاں وہاں کھجانے میں جو دشواری پیش آتی ہے وہ سب پر عیاں بیاں ہے۔

ٹانگوں کی ساخت پر غور کیجئے کہ ان کو کس طرح لمبا رکھا گیا۔ پھر اوپر سے ان کو چوڑا اور پر گوشت رکھا گیا اور نیچے پنڈلیوں کی طرف گوشت کم کر کے ہڈیوں میں اضافہ کیا گیا تاکہ کھڑا ہونے میں پریشانی نہ ہو۔ اگر اس کے برعکس ہوتا، گوشت کا حصہ نیچے آ جاتا اور ہڈیوں والا اوپر چلا جاتا تو اُٹھنے بیٹھنے میں دشواری ہوتی اور چلنے پھرنے کا مزہ بھی ختم ہو جاتا۔ پیروں کے پنجے بڑے اور پھیلے ہوئے بنائے گئے تاکہ ان کی مدد سے انسان بہ آسانی زمین پر کھڑا ہو سکے۔ پیروں کی انگلیاں ہاتھوں سے مختلف بنائی گئیں۔ دراصل ہاتھوں اور پیروں کا کام بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے ہاتھوں سے پکڑنے کا کام لیا جاتا ہے اور پیروں سے چلنے اور دوڑنے کا، اس لئے دونوں کی مناسبت سے دونوں کی بناوٹ تخلیق کی گئی۔

انسان کے پورے ڈھانچے پر غور کیجئے۔ اس میں گوشت بھی ہے ہڈیاں بھی ہے۔ پھر ہڈیاں بھی مختلف قسم کی ہیں چھوٹی بڑی کھوکلی، ٹھوس، چوڑی، لمبی اور باریک ہر طرح کی ہڈیاں انسان کے جسم کے اندر موجود ہیں۔ ان ہڈیوں سے انسان کا ڈھانچہ قائم رہتا ہے اگر یہ ہڈیاں ٹوٹ جائیں یا جسم کے کسی بھی حصے کی ہڈی ٹوٹ

جائے تو انسان کی زندگی تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً کسی انسان کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو نہ صرف یہ کہ اس کے ہاتھ کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے بلکہ اس کے ہاتھ میں کام کرنے کی جو صلاحیت ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے۔ اس لئے انسان کے جسم میں جس قدر بھی ہڈیاں ہیں ان کی اپنی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے اور ہر ہڈی انسانی وجود کو برقرار رکھنے کا کام انجام دیتی ہے۔ مثلاً چہرے پر ہڈیوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے اگر ایک ہڈی بھی ٹوٹ جائے یا چٹخ جائے تو چہرہ بگڑ کر رہ جاتا ہے۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ اس نے ان ہڈیوں کو جو مفید تر ہوتے ہوئے بالعموم بدنما ہوتی ہیں انہیں پر کشش اور خوبصورت بنانے کے لئے ان پر گوشت کی تہہ چڑھا دی ہے تاکہ ان کی بدنمائی کا احساس نہ ہو۔ اگر انسان کے چہرے پر گوشت نہ ہوتا تو ہڈیوں کی وجہ سے وہ کس قدر بدنما معلوم ہوتا۔ جب کسی انسان کے جسم کا گوشت کسی بیماری یا کمزوری یا عمر کی زیادتی کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے اور ہڈیوں کا اُبھار محسوس ہونے لگتا ہے تو انسان کی خوبصورتی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ گوشت کی موجودگی کی وجہ سے ہڈیوں کا عیب بھی چھپ جاتا ہے اور ہڈیوں کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔

انسان کے جسم کو مفید ترین بنانے کے لئے انسان کے جسم میں مختلف جوڑ پیدا کئے گئے ہیں اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو انسان کے لئے کام کرنا کس قدر دشوار ہوتا۔ اگر کوئی جوڑ بھی متاثر ہو جاتا ہے تو انسان کو اپنی زندگی بے کیف محسوس ہونے لگتی ہے۔

اوپر سے نیچے تک دیکھئے کہ کس قدر جسم میں جوڑ ہیں اور ہڈیوں کی تعداد اور تقسیم کس قدر ہے کہ اسی تقسیم کی وجہ سے انسانی وجود کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور اس کی بناوٹ کے اعتبار سے انسان کو اشرف ترین کہنا پڑتا ہے۔

انسانی سر کی ساخت بھی عجیب ہے۔ کسی بھی دوسری مخلوق کا سر ایسا خوبصورت

اور معنیٰ خیز نہیں ہے۔ یہ سر مختلف انداز کی ۵۵ ہڈیوں سے مل کر بنا ہے۔ یہ سب ہڈیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ ۶ ہڈیوں سے کھوپڑی بنی ہے۔ ۲۴ ہڈیوں سے اوپر کا جبڑا اور دو ہڈیوں سے نیچے کا جبڑہ بنا ہے۔ پھر سر کے دائیں بائیں اور پیچھے کے حصے میں کم و بیش ۲۳ ہڈیاں موجود ہیں جو انسانی سر اور چہرے کو تھامے ہوئے ہیں۔

گردن کے آخری حصے سے لے کر کولہے تک بھی ہڈیوں کا ایک جال بکھرا ہوا ہے۔ پھر پیٹھ، سینہ، مونڈھا، بازو، ٹانگ اور پنڈلیاں اور پاؤں ان سب جسمانی حصوں کو ہڈیاں تھامے ہوئے ہیں۔ غرضیکہ انسان کا جسم تقریباً ۲۴۸ ہڈیوں سے مرکب ہے اور ہر ایک ہڈی کی بناوٹ دوسری سے جداگانہ ہے۔

ان ہڈیوں کی ساخت جچی تلی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک ہڈی ذرا سی چھوٹی ہو جائے یا ذرا سی بڑھ جائے تو انسان کی زندگی اجیرن بن کر رہ جائے۔ صرف ان ہڈیوں کی بناوٹ کا اگر انسان ادراک کر لے تو اس کو یقین ہو جائے کہ اس کا اپنا بدن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرا ہوا ہے یہ انسان اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلا سکتا ہے؟

غور کیجئے ہڈیوں کو حرکت دینے کے لئے پورے انسانی بدن میں پانچ سو انتیس عضلات پیدا کئے اور ہر ایک عضلے کی ترکیب گوشت پٹھوں اور جھلیوں سے ہوئی۔ پھر یہ سب شکل و صورت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر ایک کو موقعہ و محل اور ضرورت کے مطابق شکل عطا کی گئی۔ ۲۴ عضلات تو صرف آنکھ اور اس کی پلکوں کی حرکت میں کارفرما ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی گھٹا دیا جائے یا کوئی ایک کسی وجہ سے متاثر ہو جائے تو آنکھ کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اسی طرح انسانی جسم کا ہر عضو خاص انداز میں عضلات رکھتا ہے اور بغیر ضرورت کے کوئی ایک چیز بھی اور کوئی ایک عضلہ بھی پیدا نہیں کیا گیا ہے۔

انسان کے جسم کی لمبائی چوڑائی اور اس کی اونچائی پر غور کیجئے کہ اس کو کس خوبصورتی کے ساتھ بنایا ہے۔ اس کا بدن ایسا ہی ہے کہ یہ سیدھا کھڑا بھی ہوسکتا ہے اس کو موڑ کر بیٹھا بھی جاسکتا ہے، اس کو سمیٹا بھی جاسکتا ہے اور انسان سیدھا الٹا، دائیں بائیں کسی بھی طرح لیٹ سکتا ہے۔ انسان کے بدن کی ساخت اس کی شرافت اور عظمت کی نشانی ہے۔ اگر وہ دوسری مخلوقات کی طرح ہوتا تو وہ اپنی زندگی میں وہ کام نہیں کرسکتا تھا جو وہ اب کرگزرتا ہے۔ مثلاً اس کائنات میں اللہ کو یاد کرنے کا بے مثال ذریعہ نماز ہے۔ اگر انسان کسی کیڑے مکوڑے کی طرح ہوتا تو رکوع نہیں کرسکتا تھا۔ اگر وہ اونٹ اور ہاتھی کی طرح ہوتا تو قیام کرنے میں دشواری ہوتی اور اگر وہ درختوں کی طرح جامد ہوتا تو قعدے میں جانا اس کے بس سے باہر ہوتا۔ موجودہ ساخت کی وجہ سے وہ اللہ کی عبادت بے مثال انداز میں کرتا ہے اور سب مخلوقات کی مثال اس نماز میں قائم کرکے اپنے اشرف اور عظیم ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

جب وہ حالت قیام میں ہوتا ہے تو وہ درختوں کی طرح تن کر کھڑا ہوجاتا ہے، جب وہ حالت رکوع میں ہوتا ہے تو وہ چوپایوں کی طرح جھک کر دکھاتا ہے۔ جب وہ حالت سجدہ میں ہوتا ہے تو حشرات الارض اور کیڑے مکوڑوں کی طرح زمین سے گلے مل کر دکھاتا ہے۔ جب وہ حالت قعود میں ہوتا ہے تو پہاڑوں کی سی صورت اختیار کرلیتا ہے تو انسانی بدن میں تمام مخلوقات کی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت ہے۔ اسی لئے اس کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔ یہ اپنے وجود کی وجہ سے بھی اشرف المخلوقات ہے اور اپنی صلاحیتوں اور کارناموں کی وجہ سے بھی اشرف واکمل مانا گیا ہے۔

انسان کے نظامِ پرورش کو دیکھیں کہ قدرت نے اس کی نشو ونما میں کس

حکمت سے کام لیا ہے اس کے اعضاء کی پرورش غذا پر موقوف رکھی ہے۔ اور غذا رسانی برابر جاری ہے۔ لیکن خداوند قدوس نے اعضاء کے بڑھنے کی ایک خاص مقدار رکھی ہے۔ اس مقدار کے بعد انسان کوئی بھی غذا استعمال کرے اس کا بڑھنا موقوف ہوجاتا ہے، اگر بڑھنا موقوف نہ ہوتا تو کس قدر بڑھ جاتا اور بدنما معلوم ہونے لگتا۔ اس لئے انسانی جسم ایک خاص مقدار کے بعد بڑھنا بند ہوجاتا ہے اور یہ بھی ایک کمال قدرت ہے۔

انسان کی تخلیق کے بعد خود حق تعالیٰ کا یہ فرمانا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کہ ہم نے انسان کو بہت ہی خوبصورت پیمانے پر پیدا کیا ہے اور اس کو دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں بہت ہی معتدل قد وقامت عطا کی ہے اور بہت ہی مخصوص انداز میں اس کو نشو ونما بخشی گئی ہے جو افراط وتفریط سے پاک صاف ہے۔

بدن کے اندرونی اعضاء کو دیکھئے تو حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ دل، جگر، معدہ، تلی، پھیپھڑہ، رحم، مثانہ، گردے اور آنتیں یہ تمام چیزیں حیرتناک طریقے سے فٹ کی گئی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز کی شکل وصورت بھی ایک دوسرے سے جدا ہے اور ان سب کی کارکردگی بھی ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہے۔ معدہ کی بناوٹ سخت قسم کے مضبوط پٹھے سے کی گئی اور اس کو کھانا ہضم کرنے کے لئے بنایا گیا، یہ کھانے کو باریک کرکے ہضم کرلیتا ہے۔ پہلے یہ کھانا دانتوں اور ڈاڑھوں کے ذریعہ پستا اور باریک ہوتا ہے اس کے بعد مزید کارروائی معدہ کرتا ہے اور پھر اس کھانے کو ہضم کے قابل بنا کر اس کو ہضم کرلیتا ہے۔

جگر کا کام یہ ہے کہ وہ غذا کو خون کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ اور معدہ سے ہر عضو کے مطابق غذا حاصل کرتا ہے مثلاً ہڈیوں کے لئے ہڈیوں کے مطابق اور گوشت

کے لئے گوشت کے مطابق تلی اور پتے کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ جگر کو تقویت پہنچا سکیں۔ تلی اور پتے جگر کو خراب ہونے سے محفوظ رکھتے ہیں اور ان دونوں کی مخصوص کارکردگی سے جگر اپنی حالت صحیح طور پر برقرار رکھتا ہے۔ مثانہ گردوں سے پانی حاصل کرکے اسے پیشاب کی نالی میں پہنچا دیتا ہے۔ رگیں بدن سے خون اٹھاتی ہیں اور بدن کے تمام اطراف میں اس خون کو پھیلاتی ہیں۔ رگیں گوشت کی محافظ ہیں۔ خدا کی قدرت کی صناعی دیکھئے کہ اس نے انسانی زندگی کی بقا کے لئے غذائیں پیدا کیں۔ پھر ان غذاؤں کو انسان کے جسم کے اندر داخل کرنے کے لئے اور انہیں جزو بدن بنانے کے لئے ایک منہ بنایا جس کے ذریعہ غذائیں انسان کے پیٹ میں داخل ہوتی ہیں۔ پھر ان غذاؤں کو لذیذ بنایا تاکہ انسان ان کو کھاتے ہوئے اُکتا نہ سکے۔ اگر غذاؤں میں لذت نہ ہوتی تو کون اپنا منہ چلانا پسند کرتا۔ غذا انسان کے منہ سے گزر کر حلق تک پہنچتی ہے اور پھر معدہ میں منتقل ہوجاتی ہے۔ حلق کے ذریعہ معدہ تک پہنچانے کی صلاحیت وہ دانت اور ڈاڑھیں پیدا کرتی ہیں جو غذاؤں کو مکسی کی طرح پیس کر باریک کر دیتی ہیں۔ اگر غذائیں باریک ہوکر معدہ تک نہیں پہنچتیں تو یہ ہضم کے قابل نہیں ہوتیں۔ غذا معدہ میں پہنچنے کے بعد ہضم ہوکر خون بن جاتی ہے پھر اس خون کی جو جگر کی کارروائی سے بنتا ہے گردے کسی معیاری فلٹر کی طرح اس کی صفائی کرتے ہیں۔ اور اس میں سے گندے مادے کو الگ کرکے خون کو رگوں میں پھیلا دیتے ہیں۔ سب سے پہلے خون صاف ہوکر دل تک پہنچتا ہے پھر دل اس خون کو پورے جسم میں سپلائی کرتا ہے۔ کتنا عظیم الشان نظام ہے جو قدرت نے انسان کے بدن میں پیدا کیا ہے۔ اگر اس نظام کا ایک پرزہ بھی بگڑ جاتا ہے تو انسان کا پورا بدن بیکار ہوکر رہ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں

انسان کو حق تعالیٰ نے حواسِ خمسہ عطا کئے ہیں جو اس کی زندگی کے اندر حسن پیدا کرتے ہیں۔ یہ حواس خمسہ اگر نہ ہوتے تو انسان کی زندگی بے کیف رہتی۔ ان حواس خمسہ میں سے ایک حس دیکھنے کی حس ہے۔ یعنی قدرت نے آنکھ پیدا کی جس کے ذریعہ انسان اس دنیا کے مشاہدات دیکھتا ہے اور ان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اندازہ کیجئے کہ اگر انسان کو حق تعالیٰ تمام خوبیوں سے نوازنے کے بعد صرف آنکھوں کا نور اس سے چھین لے تو اس کی زندگی اندھیرا بن کر رہ جائے اس دنیا میں ہزاروں انسان ایسے ہیں جو بینائی سے محروم ہیں ان سے پوچھئے کہ آنکھوں کی دولت کیا ہوتی ہے اور اس دولت کے بغیر دنیا کی ہر دولت رکھنے کے بعد انسان کس قدر محروم ہوتا ہے۔ کیا گزرتی ہے اس کے دل پر جب وہ نہ اپنوں کو دیکھ سکتا ہے نہ غیروں کو زندگی تو کسی نہ کسی طرح گزر جاتی ہے لیکن ایک اندھے انسان کو اس دنیا میں کس طرح بھٹکنا پڑتا ہے اس کا صحیح اندازہ تو اسی کو ہوتا ہے جو بینائی سے محروم ہو۔ دوسری حس سننے کی حس ہے۔ یعنی قدرت نے دوسروں کی بات سننے کے لئے کان پیدا کئے۔ کانوں کے ذریعہ ہم اس دنیا کی آوازوں سے محظوظ ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس دنیا میں قوت سماعت سے محروم ہیں ان سے پوچھئے کہ ان پر کیا گزرتی ہے ایک بہرہ انسان جو نہ پیار کی آواز سن سکتا ہے نہ اپنائیت کی تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ کانوں کی اہمیت صحیح طور پر وہی سمجھ سکتے ہیں جو بے چارے سننے کی صفت سے محروم ہوں۔

تیسری حس ذائقہ کی حس ہے۔ اس حس کے ذریعہ ٹھنڈے گرم کا میٹھے کڑوے کا اور تلخ و شیریں کا احساس ہوتا ہے۔ جن لوگوں کی یہ حس کسی وجہ سے ختم ہوجاتی ہے ان کی زندگی کا کیف ختم ہوجاتا ہے۔

چوتھی حس چھونے کی حس ہے، جسے قوتِ لامسہ کہتے ہیں۔ اس حس کے

ذریعہ انسان ان دیکھی چیزوں کا بھی احساس کرلیتا ہے۔ جن لوگوں کی قوتِ لامسہ صحیح طور سے کام کررہی ہوتی ہے وہ آنکھیں بند کرکے بھی اگر کسی چیز کو چھولیں تو بغیر دیکھے بھی سمجھ لیتے ہیں کہ ہاتھ کس چیز کو لگ رہا ہے چھونے سے عورت مرد کا، انسان جانور کا اور مختلف جاندار اور بے جان چیزوں کا ادراک ہوجاتا ہے اگر کسی انسان کا ہاتھ فالج کی وجہ سے بیکار ہوگیا ہو اور اس کی چھونے کی حس ختم ہوگئی ہو تو اس سے پوچھئے کہ "قوت لامسہ" کی نعمت کیسی نعمت ہے اور جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں ان پر کیسی گزرتی ہے؟

پانچویں حس بولنے اور گفتگو کرنے کی حس ہے اور یہی وہ حس ہے جو انسان اور حیوان کے درمیان وجہِ امتیاز بنی ہوئی ہے۔ دیکھنے، سننے اور چھونے کی قوتیں تو سبھی جانوروں میں بھی ہوتی ہیں لیکن انسان کو رب العالمین نے بولنے اور گفتگو کرنے کی جو صلاحیت بخشی ہے وہ دوسری مخلوقات میں نہیں ہے۔ اگر انسان میں تمام خوبیاں ہوتیں صرف گفتگو اور بات چیت کی صلاحیت نہ ہوتی تو انسان کی وجہِ امتیاز ہی ختم ہوجاتی۔ بات چیت کی صلاحیت ہی انسان کو دوسری مخلوقات سے ماسوا جنات کے ممتاز کرتی ہے۔ انسان گفتگو کے ذریعہ اس کائنات پر گہرے تأثرات چھوڑتا ہے۔ اس کا بیان اور اس کا انداز بیان اسے فوقیت اور برتری عطا کرتا ہے اور اس کی شان عظمت میں زبردست اضافہ کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اسی بناء پر خالق کائنات نے بانداز صریح یہ فرمایا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اللہ نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کے اندر قوت گویائی کی صفت پیدا کی۔ اگر غور و فکر سے کام لیں تو سبھی کو یہ اندازہ ہوجاتا ہے۔ انسان کا پورا بدن خدا کی قدرت کو واضح کرنے کا ایک لاجواب نمونہ ہے جس میں ایک ایک چیز حیرت ناک انداز سے فٹ ہے اور

ایک ایک چیز کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ آنکھ، کان، ناک، ماتھا، سر، سینہ، بازو، رانیں، پاؤں، گھٹنے، پیٹ، زبان، کمر، گردن، دل، جگر، پھیپھڑے، گردے، تلی، پتہ، مثانے وغیرہ جیسی تمام چیزیں خدا کی صناعی کا جیتا جاگتا شاہکار ہیں اور ان میں کونسی چیز ہے جو اپنی جگہ عظیم الشان نعمت نہیں ہے اور ہم ان میں کس کس نعمت کی تکفیریں کرسکتے ہیں؟ اسی لئے قرآن حکیم میں ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ.

اور تم اپنے جسموں کے اندر غور و فکر کرو کیا تم نہیں دیکھ سکتے؟

حقیقت یہ ہے کہ پوری کائنات تو بہت بڑی چیز ہے انسان کا جسم ہی خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جنہیں اللہ نے عقل سلیم عطا کی ہے اور جن میں غور و فکر کرنے اور جستجو کرنے کا مادہ موجود ہے۔ جو لوگ عقل و فہم سے محروم ہیں ان کے لئے اس کائنات کی ہزاروں لاکھوں نعمتیں بھی کچھ نہیں ہیں۔ قرآن حکیم میں بار بار یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ اس قرآن میں ہزار طرح کی نشانیاں ہیں لیکن ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں اور جن میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ. اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ جیسی آیات قرآن حکیم میں جگہ جگہ نظر آتی ہیں

اس کے بعد سورۂ رحمٰن میں یہ فرمایا گیا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ یعنی چاند اور سورج کو ایک حساب کے تحت پیدا کیا گیا یعنی چاند اور سورج اپنی رفتار میں اللہ کے حکم کے پابند ہیں وہ ایک طے شدہ حساب کے ساتھ چلتے ہیں وہ اپنی من مانی نہیں کرتے۔ اللہ نے ان سیاروں کے لئے ایک حساب مقرر کردیا ہے اور قیامت تک یہ دونوں سیارے اس حساب کے پابند رہیں گے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ

حساب ہے۔

اس بات کو قدرے تفصیل کے ساتھ قرآن حکیم میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ط مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ ج یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ.

"اللہ کی ذات، وہ ذاتِ گرامی ہے کہ جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کی رفتار کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ ایک سال کی گنتی اور حساب معلوم کیا جاسکے۔ اور اللہ نے یہ تمام چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں۔ مفصل بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان نشانیوں کو ان لوگوں کے لئے جو علم و آگہی سے بہرہ ور ہیں۔

آج ساری دنیا اس بات سے واقف ہے کہ چاند ماہانہ حساب کا ایک لاجواب ذریعہ ہے اور سورج سالانہ حساب کا بے مثال نمونہ ہے۔ اور ان دونوں سیاروں کی گردش ہی کے پیش نظر اس کائنات میں ماہانہ اور سالانہ حساب و کتاب کو ترتیب دینے کے لئے ہزاروں جنتریاں اور کیلنڈر شائع ہوتے ہیں اور ان دونوں سیاروں کی مخصوص گردش ہی کی بناء پر اس کائنات میں موسم اور فضاؤں میں تغیر پیدا ہوتا ہے۔ سردی ہو یا گرمی برسات ہو یا خشکی یہ سب کچھ ظاہری اسباب میں چاند اور سورج کی گردشوں کا مرہون منت ہے۔ اگر یہ دونوں سیارے ایک جگہ ٹھہر جائیں تو پھر موسم بھی ایک ہی جگہ ٹھہر کر رہ جائے گا اور اس طرح اس کائنات کا نظام معطل ہوجائیگا۔ رب کائنات نے کائنات کے نظام میں تنوع پیدا کرنے کے لئے چاند اور ستاروں کی رفتار مقرر کردی۔

ذرا اندازہ کیجئے حکم کی تعمیل کا کہ سورج ۲۸ر فروری کو جس وقت نکلتا ہے ہر سال

۲۸ر فروری کو ٹھیک اسی وقت نکلے گا۔ ہزاروں سال کے کیلنڈر اٹھا کر دیکھ لیجئے مجال نہیں ہے کہ سورج ۲۸ر فروری کو ایک سیکنڈ پہلے یا ایک سیکنڈ بعد میں طلوع ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ایک جچا تلا نظام ہے۔ جو اس کائنات کو لے کر چل رہا ہے اور اسی طرح قیامت تک چلتا رہے گا۔

سورۂ رحمٰن کی اس آیت میں چاند اور سورج دونوں ہی سیاروں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک حساب کے تحت پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی رفتار اور ان کا حساب طے شدہ ہے۔ یہ دونوں سیارے الل ٹپ نہیں چل رہے ہیں۔ اس فرمان الٰہی سے ہمیں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جس طرح سورج کی طے شدہ رفتار سے ہم سال کے حساب بنالیتے ہیں اسی طرح چاند کے طے شدہ حساب اور رفتار سے ہم ماہانہ حساب بھی تیار کرسکتے ہیں۔ یہ جو ۲۹ر اور ۳۰ کے چاند کے جھگڑے ہیں یہ غور و فکر نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ جس طرح سورج کے طلوع و غروب کا وقت طے شدہ ہے اسی طرح چاند کے طلوع اور غروب ہونے کا وقت بھی طے شدہ ہے۔ لیکن ہم انسانوں نے اس بارے میں غور و فکر نہیں کیا ورنہ ہمیں خود بھی اندازہ ہوجاتا کہ ربّ کائنات نے چاند کو بھی سورج کی طرح ایک طے شدہ حساب کے تحت پیدا کیا ہے اور چاند بھی سورج کی طرح اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں اپنا روزمرہ کا سفر جاری رکھتا ہے اور یہ دونوں سیارے پورے سال ایک طے شدہ حساب کے تحت گردش کرتے ہیں یہ سر مو اپنی رفتار سے انحراف نہیں کرسکتے۔ چنانچہ ساری دنیا اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ ہر سال ہجری اور عیسوی سالوں میں دس دن کا فرق ہوجاتا ہے۔ ہر سال ہجری سال عیسوی سال کے مقابلے میں ۱۰ دن پیچھے لوٹتا ہے۔ اس حساب سے ہر ۳۶ سال کے بعد ماہ رمضان ماہ جنوری میں لوٹ آتا ہے۔ دراصل عیسوی

سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے اور ہجری سال ۳۵۵ دن کا۔ عیسوی حساب میں مہینوں کے دن متعین ہیں۔ ہر سال ۷ مہینے ۳۱ دن کے ہوتے ہیں، ۴ مہینے ۳۰ دن کے اور ایک مہینہ ۲۸ دن کا ہوتا ہے۔ جنوری، مارچ، مئی، جولائی، اگست، اکتوبر اور دسمبر ۳۱ دن کے ہوتے ہیں۔ اپریل، جون، ستمبر اور نومبر ۳۰ دن کے ہوتے ہیں اور فروری ۲۸ دن کا۔ ہجری حساب میں ۳۱ دن کا کوئی مہینہ نہیں ہوتا۔ مہینہ یا تو ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا۔ عیسوی سال میں یہ متعین ہے کہ کونسا مہینہ کتنے دن کا ہے۔ جب کہ ہجری سال میں یہ متعین نہیں ہے۔ کوئی سا بھی مہینہ ۲۹ کا اور کوئی سا بھی مہینہ ۳۰ دن کا ہوسکتا ہے۔ البتہ عموی طور پر ہجری سال ۳۵۵ یا ۳۵۴ دن کا ہوتا ہے اس حساب سے ہجری سال میں ۷ چاند ۳۰ کے اور پانچ چاند ۲۹ کے ہوتے ہیں یا پھر چھ چاند ۳۰ کے اور چھ چاند ۲۹ کے ہوتے ہیں۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ ۱۲ مہینوں میں ۷ چاند ۲۹ کے اور پانچ چاند ۳۰ کے ہوجائیں۔ اس تجربہ سے اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ نظام شمسی کی طرح نظام قمری بھی طے شدہ ہے۔ اختلافات قمر سے بچنے کے لئے صرف تھوڑی سی غور و فکر کی ضرورت ہے۔ عیسوی سال میں جنوری اور اکتوبر ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں اگر یکم جنوری کو اتوار ہوگا تو یکم اکتوبر کو بھی اتوار ہی ہوگا۔ اگر لیپ کا سال نہ ہو تو فروری، مارچ اور نومبر ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں۔ ستمبر اور دسمبر ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں۔ اپریل اور جولائی بھی ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہجری سال میں۔ بالعموم محرم اور شوال ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں۔ صفر، رجب اور ذیقعدہ ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں۔ ربیع الثانی اور رمضان المبارک ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں اور ذی الحجہ اور جمادی الاول ایک ہی دن سے شروع ہوتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی اس

اصول کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کا یہ دعویٰ اپنی جگہ سوفی صد درست ہے کہ الشمس والقمر بحسبان کہ چاند اور سورج ایک جچے تلے حساب کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں۔ یعنی ان کی جو رفتار روزانہ ماہانہ اور سالانہ مقرر کردی گئی ہے یہ اسی حساب سے چلتے ہیں۔ اور ایک طے شدہ پروگرام کے تحت گردش کرتے ہیں۔

سورۂ یٰسین میں فرمایا گیا ہے۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ

اور اپنے ٹھکانہ پر چلتا رہتا ہے۔ یہ طے شدہ رفتار اس ذات کی طرف سے ہے جو زبردست علم و حکمت والا ہے اور چاند کی منزلیں متعین کیں اور (ایک منزل میں پہنچ کر) وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی ٹہنی، نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور یہ دونوں ایک ہی دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اس آیت میں اور زیادہ کھل کر رب العالمین نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ چاند اور سورج کی رفتار طے شدہ ہے۔ یہ اللہ کے حکم سے ایک مخصوص چال اور مخصوص حساب کے ساتھ اپنے اپنے دائروں میں رواں دواں ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی یہ مجال نہیں ہے کہ کسی ایک سے آگے نکلنے کی کوشش کرے یا طے شدہ پروگرام کو تہس نہس کرنیکی کوشش کرے۔ یہ دونوں اللہ کے حکم کے پابند ہیں اور اسی طرح دن اور رات بھی اللہ کے حکم کے پابند ہیں انہیں بھی ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کا نہ حق ہے نہ اختیار۔

قرآن حکیم نے چاند اور سورج کے سفر کی طرف کھل کر اشارہ کردیا ہے۔ اس

کے علاوہ ہر وہ سیارہ جو چاند اور سورج کی طرح گردش کرتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے۔ اس کی جو بھی رفتار اور سفر کی ابتدا انتہا متعین ہے وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہے کسی بھی سیارے کو من مانی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ علم نجوم کے مطابق ان ہی سیاروں کی گردش سے دنیا کا نظام مقرر ہوتا ہے۔ تقدیریں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں اور یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ سیاروں کو ذاتی طور پر یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کی تقدیر بنا سکیں یا بگاڑ سکیں۔ شمس و قمر نظام فلکیات کے سب سے بڑے سیارے ہیں۔ باقی سیارے ان ہی دو سیاروں سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔ ان میں سے چند سیاروں کے نام یہ ہیں۔ عطارد، مشتری، مریخ زحل اور زہرہ۔ ان سیاروں کی بھی رفتار متعین ہے اور یہ بھی ایک طے شدہ پروگرام کے تحت اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

شمس : جیسا کہ عرض کیا گیا کہ یہ سیارہ سب سے بڑا سیارہ ہے۔ دیگر سیارے اسی کے ماتحت ہیں اور ان کا وجود عالم اسباب میں اسی سیارے کا مرہون منت ہے۔ یعنی وہ سیارے اسی سے روشنی پاتے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ اگر بالاتفاق شمس سیاہ پڑھ جائے اور کسی وجہ سے اپنا نور کھو بیٹھے تو دیگر سیارے بھی سیاہ پڑ جائیں گے کیوں کہ وہ سب کے سب اسی سے اکتساب فیض کرتے ہیں

شمس کا تعلق برج اسد سے ہے۔ یہ سیارہ تمام سیاروں سے پانچ گنا بڑا ہے اور اس زمین سے، جس پر ہم رہتے ہیں ۱۳ لاکھ اسی ہزار گنا بڑا ہے۔ سورج کا قطر آٹھ لاکھ سرسٹھ ہزار میل ہے اور محیط دو کروڑ پینتیس لاکھ ہے۔ کرۂ ارض زمین سے سورج کا فاصلہ نو کروڑ پچاس لاکھ میل ہے۔ اس کی رفتار ایک سیکنڈ میں انیس میل ہے اور اس کی روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ اسی ہزار ہے۔ طلوع ہونے سے سات منٹ

میں زمین تک پہنچ جاتی ہے۔ آفتاب بارہ برجوں کا سفر تقریباً تین سو پینسٹھ دن ۶ گھنٹے میں پورا کرتا ہے اور ایک برج میں تقریباً تیس دن رہتا ہے۔

قمر : یہ ستارہ وجود کے اعتبار سے دوسرے نمبر کا سیارہ ہے۔ اس کا تعلق برج سرطان سے ہے۔ اس کا قطر دو ہزار ایک سو ساٹھ میل ہے اور محیط چوبیس ہزار آٹھ سو پچھتر میل ہے۔ اس کا فاصلہ دو لاکھ پینتیس ہزار پانچ سو نو میل ہے۔ یہ زمین سے تقریباً انیس حصے چھوٹا ہے۔ اس کی جسامت زمین سے ۴۹ حصے کم ہے۔ یہ زمین کے اردگرد سرسٹھ دن سات گھنٹے بیالیس منٹ اور پانچ سیکنڈ میں گھوم جاتا ہے۔ قمر کی رفتار فی گھنٹہ دو ہزار دو سو اسی میل ہے۔ یہ ایک برج میں تقریباً سوا دو گھنٹے رہتا ہے۔

مریخ : اس کا تعلق برج حمل اور عقرب سے ہے۔ اس کی رفتار تقریباً فی گھنٹہ پانچ سو بیس میل ہے۔ یہ ستارہ زمین سے کافی چھوٹا ہے۔ سورج سے اس کا فاصلہ تیرہ کروڑ ستر لاکھ میل ہے۔ اس کا قطر چار ہزار ایک سو آٹھ میل ہے۔ یہ سیارہ ایک برج میں چالیس دن رہتا ہے اور چار سو اسی دنوں میں بارہ برجوں کا سفر تہہ کرتا ہے۔

عطارد : اس کا تعلق برج جوزا اور برج سنبلہ سے ہے۔ اس کا فاصلہ زمین سے تین کروڑ آٹھ لاکھ اٹھہتر ہزار میل دور ہے۔ اس کی رفتار فی گھنٹہ نو لاکھ ایک ہزار میل ہے۔ اس کا قطر ایک ہزار آٹھ سو میل ہے۔ اس کا قیام ایک برج میں اٹھارہ دن رہتا ہے۔ یہ سیارہ بارہ برجوں کا سفر دو سو سولہ دنوں میں تہہ کر لیتا ہے۔

مشتری : اس کا تعلق برج قوس اور برج حوت سے ہے۔ یہ سیارہ سورج سے ۴۸ کروڑ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کی رفتار فی گھنٹہ چار سو اسی میل ہے۔ زمین سے اس کا فاصلہ اڑتالیس کروڑ اڑتیس لاکھ میل ہے اور یہ زمین سے دو سو پچاس گنا بڑا

ہے۔ یہ سیارہ ایک برج میں ایک سال رہتا ہے اور بارہ برجوں کا سفر بارہ سال میں طے کرتا ہے۔

زحل : اس کا تعلق برج جدی اور برج دلو سے ہے۔ یہ سیارہ زمین سے چار سو سینتیس گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر اناسی ہزار میل ہے۔ یہ سورج سے اٹھتر کروڑ باون لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کی رفتار فی سیکنڈ چھیانوے میل ہے۔ یہ ایک برج میں تقریباً تیس ماہ تک رہتا ہے اور بارہ برجوں کا سفر تقریباً انتیس سال میں پورا کرتا ہے۔

یہ تمام سیارے اللہ کے حکم اور مرضی کے پابند ہیں اور یہ تمام سیارے دنیا کے موسم پر اور انسانوں کی تقدیروں پر باذن اللہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ ستاروں اور برجوں کا ذکر قرآن حکیم میں متعدد مرتبہ آیا ہے اور اس ذکر و فکر سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ خالق کائنات نے آسمان پر شمس و قمر اور ستاروں کا جو نظام پھیلایا ہے وہ مفید ترین ہونے کے ساتھ ساتھ حیرتناک بھی ہے۔

مثلاً حق تعالیٰ نے بزبان خود سورج کے بارے میں فرمایا: وَ جَعَلْنَا الشَّمْسَ سِرَاجًا (سورۂ نوح) حق تعالیٰ نے سورج کو ایک چراغ کی مانند پیدا کیا۔ سورج کو پیدا کرنے کی کل حکمتیں کیا ہیں اس سے تو خداوند قدوس ہی باخبر ہیں لیکن جس حد تک اپنے عقل و فہم اور علمی وآگہی کے حساب سے ہم سمجھتے ہیں تو ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں رات اور دن کا یہ حیرتناک نظام اسی سورج کی بدولت ہے۔ اگر یہ سورج نہ ہوتا تو دن کا نظام درہم برہم ہوجاتا اور اس کائنات میں زبردست خلل واقع ہوجاتا۔ اگر سورج نہ ہوتا تو یہ کائنات اندھیروں میں ڈوبی رہتی۔ آپ دیکھ لیجئے روزانہ سورج چھپنے کے بعد ہماری یہ دنیا کس طرح اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے اور

سورج کے طلوع ہونے کے بعد پھر سے ہر طرف اجالے بکھر جاتے ہیں اور یہ دنیا پھر تاریکی سے نکل آتی ہے۔ سورج نکلنے کے بعد اہل دنیا اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ اگر دنیا میں روشنی نہ ہو تو کون کیسے کاروبار کرتا اور زندگی کا لطف کیسے حاصل ہوتا جو رب العالمین کی بخشی ہوئی ایک نعمت بھی ہے اور ایک دولت بھی۔

اب ذرا سورج کے غروب ہونے کے منافع پر غور کیجئے۔ اگر سورج غروب نہ ہوتا مسلسل روشن ہی رہتا تو دنیا والے آرام کیسے کرتے۔ جب اس کائنات پر اندھیروں کا غلبہ ہوجاتا ہے تو لوگ اپنے اپنے گھروں میں جا کر دن بھر کی تھکن دور کرتے ہیں اور اندھیرا انہیں سکون فراہم کرتا ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد جب انسان اپنے اپنے گھروں میں پہنچ کر آرام کرتے ہیں تو اس آرام کی بدولت جسم کی مشین میں اگلے دن پھر نئے سرے سے مصروف ہونے کی تازگی پیدا ہوتی ہے اور رات کا آرام قوت ہاضمہ پر اثر انداز ہو کر انسان کی تندرستی بحال رکھتا ہے۔

ذرا سوچئے اگر سورج چوبیس گھنٹے نکلا رہتا تو زمین سورج کی حرارت سے تپ کر رہ جاتی اور انسانوں اور جانوروں کے جسم سورج کی گرمی سے جھلس کر رہ جاتے۔ موسم گرما میں صبح آٹھ بجے سے سورج کی گرمی سے لوگ پریشان ہوجاتے ہیں اور سائے کی تلاش دس بجے سے شروع ہوجاتی ہے اور سورج کی حرارت سے بچنے کے لئے بجلی کے پنکھے، اے سی اور کولر جیسی چیزوں کا سہارا پکڑتے ہیں تب کہیں جا کر چین ملتا ہے۔ اگر سورج چوبیس گھنٹے نکلا رہتا تو انسانوں پر کیا گزرتی۔ رب العالمین کا کرم ہے کہ اس نے سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کا وقت متعین کردیا ہے تاکہ اس کے طلوع و غروب سے دونوں طرح کے فائدے اٹھائے جاسکیں۔ اگر چوبیس گھنٹے سورج طلوع رہتا تو بھی مقصد حیات فوت ہوجاتا اور اگر چوبیس گھنٹے سورج غروب رہتا تو

بھی مقصد حیات فوت ہو جاتا۔ رب العالمین نے دن اور رات کا نظام پیدا کر کے انسانی زندگی کی ضروریات پوری کی ہیں۔ دن میں انسان جدو جہد کرتا ہے اور اس وقت روشنی اور اجالے کی ضرورت پڑتی ہے۔ سورج ہی انسانوں کو روشنی فراہم کرتا ہے۔ رات کو انسان دن بھر کی بھاگ دوڑ کے بعد آرام کرنا چاہتا ہے اسے اس وقت اندھیرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ سورج غروب ہو کر انسانوں کو اندھیرا فراہم کرتا ہے اور آرام کے وقت انسان کو اسی اجالے سے وحشت ہوتی ہے۔ کاروبار اور جدو جہد کے وقت جو اجالا اسے مرغوب ہوتا ہے۔ رات کو وہی اجالا ناپسند ہوتا ہے اور آنکھوں میں چبھنے لگتا ہے۔ اسی بات کو رب العالمین اس طرح واضح کرتے ہیں۔

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (سورۂ قصص آیت ۷۱)

غور تو کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دیتا تو اللہ کے سوا کون تمہیں روشنی فراہم کر سکتا تھا۔ پھر تم کیوں نہیں سنتے؟

اس کے بعد فرمایا: قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ النَّھَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (سورۂ قصص آیت ۷۲)

غور تو کرو اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک اسی طرح رہنے دیتا تو اللہ کے سوا تمہارے لئے کون رات فراہم کرتا کہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو پھر تم کیوں نہیں دیکھتے؟

اس کے بعد پھر رب العالمین یہ فرماتے ہیں

وَ مِنْ رَّحْمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ وَ النَّھَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا

مِنْ فَضْلِہٖ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (سورہ قصص آیت ۷۳)

اور اس نے اپنی مہربانی سے بنائے تمہارے دن اور رات تا کہ تم (دن آنے پر) روزی میں اس کے فضل سے تلاش کر سکو اور رات آنے پر سکون حاصل کر سکو اور یہ محض اس لئے ہے تا کہ تم اپنے رب کے شکر گذار بن سکو۔

اس طرح سورۂ قصص میں رب العالمین نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ دن اور رات کا آنا جانا ایک خاص حکمت کے تحت ہے۔ سورج ابھرتا ہے تو دن نکلتا ہے اور سورج غروب ہوتا ہے تو رات غالب آجاتی ہے، دن طلوع ہوتا ہے تو دنیا والے اپنے کام دھندوں میں لگ جاتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم کی بنا پر روزگار کے لئے جدو جہد کرتے ہیں اور جب رات غالب آجاتی ہے تو دنیا والے اپنے گھروں میں جا کر سکون حاصل کرتے ہیں اور اللہ کے فضل سے نیند کے گہوارے میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر قیامت تک صرف دن رہتا تو بھی مشکل پیدا ہو جاتی اور قیامت تک اگر صرف رات ہی رہتی تو بھی زندگی اجیرن بن جاتی، ہمارے رب کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہماری زندگی میں سکون اور ہلچل پیدا کرنے کے لئے دن اور رات کے نظام کو پیدا کیا اور یہ نظام سورج کے طلوع و غروب کا مرہون منت ہے۔

اب ذرا موسموں کی حکمتوں پر غور کیجئے۔ موسم سرما میں درختوں میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے پھلوں کی روح جنم لیتی ہے۔ پھر زمین کے اندر اُبال اٹھنے لگتے ہیں اور اسی سے مانسون بنتا ہے پھر رحمت کی بارشیں برستی ہیں۔ گرمی کی شدت ہی سے پھل پکتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے سورج اپنا سالانہ دورہ پورا کرتے ہوئے کس طرح ایک برج سے دوسرے برج میں منتقل ہوتا ہے اور سورج کے اس طے شدہ سفر سے چار موسم سردی،

گرمی، خزاں اور بہار پیدا ہوتے ہیں۔

روزانہ صبح کو سورج طلوع ہو کر آہستہ آہستہ بلند ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی دھوپ سارے عالم میں بکھر جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ زوال کے بعد سورج آہستہ آہستہ ڈوبنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ یہ کائنات اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے۔ دن بھر کی تھکان دور کرنے کے لئے لوگ اپنے اپنے آشیانوں میں پہنچ جاتے ہیں اور نیند کی آغوش میں پہنچ کر سکون حاصل کرتے ہیں تاکہ اگلے دن پھر جدوجہد کرنے کے قابل ہو سکیں۔

حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک جگہ فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا (سورۂ فرقان آیت:۴۷)

اللہ کی ہی وہ ذات ہے جس نے رات کو لباس اور نیند کو راحت کی چیز بنایا۔

چاند اور سورج کے مکمل نظام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خالق کائنات نے سورۂ فرقان میں یہ بھی فرمایا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا (سورہ فرقان آیت:۶۱)

بہت برکت والی وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے اور آسمان میں اس نے ایک چراغ بنایا اور نور دینے والا چاند پیدا کیا۔

اس آیت سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہو گئی کہ حق تعالیٰ نے آسمان پر برج پیدا کئے جن کی تعداد بارہ ہے اور گردش کرنے والے سیارے اپنی اپنی رفتار سے ان برجوں کا دورہ کرتے ہیں۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ کوئی سیارہ ایک ماہ میں بارہ برجوں کا سفر پورا کر لیتا

ہے کوئی ایک سال میں کوئی بارہ سال میں اور کوئی سیارہ انتیس سال میں بارہ برجوں کا سفر کرتا ہے۔ ستاروں کی یہ گردش اس کائنات کے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے اور یہ سب رب العالمین کے حکم پر ہو رہا ہے۔ چاند اور سورج آسمان پر ایک گھڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح گھڑی کی بڑی سوئی تیز رفتار کے ساتھ چلتی ہے اور منٹوں کا حساب دکھاتی ہے اور چھوٹی سوئی سست رفتاری کے ساتھ چل کر گھنٹوں کا حساب بتاتی ہے، اسی طرح چاند تیز رفتاری کے ساتھ چل کر مہینوں کا حساب دکھاتا ہے اور اٹھائیس دن میں بارہ برجوں کا سفر پورا کرتا ہے۔ جب کہ سورج سال کا حساب بتاتا ہے اور ایک سال میں بارہ برجوں کا سفر پورا کرتا ہے۔

بہر کیف آسمان پر شمس و قمر اور ستاروں کی تخلیق اس کائنات کے نظام کا بنیادی حصہ ہے اور ان ہی سیاروں کی گردش سے موسموں میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور ان ہی کی گردشیں تقدیروں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جب ہم ان سب چیزوں پر اللہ کی عطا کردہ عقل سے غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سارا نظام فلکیات اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بہترین نمونہ ہے، اسے دیکھ کر رب العالمین کی بڑائی اور اس کے مختار کل ہونے کا یقین دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اس دنیا کی ہر چیز اس کے بنائے ہوئے خطوط پر چل رہی ہے اور کسی بھی سیارے کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ طے شدہ پروگرام سے ادھر اُدھر ہو جائے۔ ان تمام چیزوں کو بہ نظر غائر دیکھنے کے بعد کون اس کی نعمتوں کی تکذیب کر سکتا ہے؟

اس کے بعد یہ فرمایا گیا:

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ. یعنی نجم اور شجر دونوں اللہ کے مطیع ہیں اور دونوں اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ شجر سے مراد

وہ درخت ہیں جو تنہ رکھتے ہوں اور نجم سے مراد وہ درخت ہیں جن میں تنہ نہ ہو۔ جیسے بیلیں، انگور کی بیل، کدو اور تربوز وغیرہ کی بیل یا پھر نجم سے مراد وہ چھوٹے درخت ہیں جو اگر چہ بیل کی طرح نہیں پھیلتے لیکن بڑے درختوں کی طرح مضبوط ہوتے ہیں۔ لیکن اپنا تنہ مضبوط نہیں رکھتے۔ بہر کیف نجم اور شجر دونوں سے مراد چھوٹے بڑے درخت ہیں اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ شجر بول کر تمام درخت مراد لئے گئے ہیں خواہ وہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے ہوں اور خواہ وہ بیلوں کی طرح پھیلتے ہوں، یہ سب اللہ کو اپنے اپنے انداز سے سجدہ کرتے ہیں اور اپنے اپنے انداز سے اللہ کی اطاعت میں مصروف ہیں اور نجم سے مراد آسمان کے ستارے ہیں اور آسمان کے ستارے بھی اللہ کے مطیع ہیں اور اللہ کے سامنے اپنے مخصوص انداز میں سجدہ کرتے ہیں۔

قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس کائنات کی تمام مخلوقات جس میں چرندے، پرندے، درخت، پہاڑ اور چاند ستارے بھی شامل ہیں اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ کی تسبیح بھی بیان کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ کی اطاعت کے لئے درختوں کا پھل دینا، اللہ کے بندوں کو راحت پہنچانے کے لئے درختوں کا ہوائیں چلانا، بھینسوں، بکریوں اور دوسرے جانوروں کا دودھ دینا اور گوشت فراہم کرنا یہ سب چوں کہ اللہ کے حکم پر اللہ کی رضا کے لئے ہے اس لئے یہ بھی سب ایک طرح کی عبادت ہے۔ اس کائنات کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے چاند، سورج اور ستاروں کا گردش کرنا بھی ایک طرح کی عبادت ہے۔ اس لئے قرآن نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ وَ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدَان کہ تمام

درخت اور آسمان کے چاند اور ستارے سب کے سب اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں اور اپنے رب کی اطاعت میں مصروف و مشغول ہیں۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ جاندار مخلوق کے علاوہ جو مخلوقات غیر جاندار ہیں جیسے درخت، پہاڑ، دریا، آسمان کے ستارے، چاند، سورج وغیرہ یہ سب کے سب اپنے رب کے احکامات کی تعمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ سب چیزیں انسان کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہیں اور جب یہ چیزیں حسب منشاء خداوندی اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں تو یہ بھی ایک طرح کی عبادت ہے اور یہ بھی ایک طرح سجدہ ریز ہو جانا ہے اس رب العالمین کی بارگاہ میں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی مستعان نہیں۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْ فِی الْمِيْزَان. وَاَقِيْمُو الْوَزْنَ فِی الْقِسْطِ وَلَاتُخْسِرُ الْمِيْزَان. وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ. فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ. وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان.

اس نے آسمان کو بلند کیا۔ یعنی حق تعالیٰ نے آسمان کو بلندی اور رفعت عطا کی اور اسی نے ترازو قائم کی تاکہ تم اہل دنیا تولنے میں کمی بیشی نہ کر سکو اور انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تم تولتے وقت وزن کو ٹھیک کرلو اور میزان کے ساتھ کھلواڑ مت کرو اور اس نے زمین کو اپنی مخلوق کے لئے بچھا دیا اس نے زمین میں کھجور کے درخت اور باغات میں اور ایسے پھل پیدا کئے جن پر غلاف ہوتا ہے اور اس میں غلہ ہے اور بھوسا ہے اور غذا سے بھرپور اناج ہے آخر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

حق تعالیٰ کا انداز بیان دیکھئے کہ اس نے دو دو چیزوں کا بیان کیا جو ایک

دوسرے سے معنوی طور پر وابستہ ہیں۔ مثلاً چاند اور سورج کا ذکر ایک ساتھ کیا اور فرمایا کہ یہ دونوں ایک حساب اور ایک نظام کے ساتھ آغاز کائنات سے گردش میں ہیں اور اختتامِ کائنات تک اسی طرح گردش میں رہیں گے یہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں انسانوں کی خدمت میں اسی طرح مصروف رہیں گے اور ان کی رفتار پر اور ان کے طلوع وغروب پر انسان اپنے ماہانہ اور سالانہ حسابات ترتیب دیتے رہیں گے۔ اس کے بعد نجم اور شجر کا ذکر کیا۔ یہ دو طرح کے درخت ہیں۔ ایک وہ جو تنا رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو بیلوں کی طرح پھیلتے ہیں لیکن ان میں تنا نہیں ہوتا۔ لیکن معنوی طور پر یہ دونوں درخت ہی کہلاتے ہیں۔ ان کا ذکر فرمایا کہ یہ اللہ کی بارگاہ میں سربسجود رہتے ہیں اور یہ بھی اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس کے بندوں کی خدمات میں مشغول ہیں۔

اس کے بعد آسمان وزمین کا ذکر کیا۔ جن کا نام اس دنیا میں اکثر وبیشتر ایک ساتھ لیا جاتا ہے حق تعالیٰ نے آسمان کی بلندی کے ساتھ زمین کی پستی کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ اس دنیا میں دو ہی طرح کی مخلوق پیدا کی گئی ہیں۔ ایک مخلوق وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے بلندی اور رفعت عطا کی اور ایک مخلوق وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے پستی میں رکھا۔ کچھ پرندے ایسے ہیں جو آسمانوں میں اُڑتے ہیں اور کچھ حشرات الارض ایسے ہیں جو زمین پر رینگتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح انسانوں میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے عظمت ورفعت عطا کی ہے۔ وہ خاندانی طور پر عظیم ہوتے ہیں اور علم وہنر کے اعتبار سے بھی ان کا مرتبہ بلند ہوتا ہے یا پھر وہ عہدہ ومنصب کے اعتبار سے جلیل القدر سمجھے جاتے ہیں اس کے برعکس کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے نسب یا اپنے ماحول کے اعتبار سے پست خیال کئے جاتے ہیں اور ان میں کسی طرح کا کوئی بھی وصف نہیں ہوتا نہ وہ

صاحب علم ہوتے ہیں نہ صاحب ہنر۔ ایسے لوگوں کو اس دنیا میں کوئی وقعت حاصل نہیں ہوتی۔ ان دونوں مخلوق کی طرف بھی اس آیت میں اشارہ ہے۔ لیکن دنیا کے تجربات یہ بتاتے ہیں کہ پستی سے بلندی کی طرف سفر کرنا ایک فطری امر ہے اور بلندی سے پستی کی طرف واپسی غیر ضروری ہوتی ہے اس لئے یہ دکھ دیتی ہے۔ ایک انسان کسی بھی معاملے میں ایک سفر زیرو سے شروع کرتا ہے پھر درجہ بدرجہ وہ سو تک یا سو سے زائد تک پہنچتا ہے اور جب کسی کا سفر بلندی سے پستی کی طرف ہوتا ہے یعنی جب اسے الٹی گنتی گننے کی نوبت آتی ہے تو اس کے لئے یہ سفر دردناک ہوتا ہے۔ فطرت یہ ہے کہ انسان پستی سے بلندی کی طرف چلے اور یہی وجہ ہے آسمان اور زمین کا ذکر کرتے وقت ارباب دنیا، زمین وآسمان بولتے ہیں، آسمان وزمین نہیں بولتے۔ یعنی پست چیز کا ذکر کرتے ہیں جو زمین ہے۔ پھر بلندی کا ذکر کرتے ہیں جو آسمان ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے پہلے سورۂ رحمٰن میں آسمان کا ذکر کیا ہے۔ اس کی بلندی کو واضح کیا ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے زمین اور اس کی پستی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کردی ہے کہ زمین اگرچہ آسمان کے مقابلے میں پست ہے لیکن یہی زمین تم سب کو بے شمار نعمتیں عطا کرنے کا سبب بنی ہوئی ہے۔ اسی زمین میں درخت اُگتے ہیں اور اسی زمین سے پھل پیدا ہوتے ہیں، مختلف ترکاریاں اور سبزیاں اس زمین کا سینہ چیر کر باہر نکلتی ہیں۔

آسمان وزمین کا ذکر ساتھ ساتھ کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے میزان یعنی ترازو کا تذکرہ کیا ہے، ترازو اس دنیا کے ہزاروں مسائل حل کرنے میں انسانوں کی مدد کرتی ہے، لوگ اس ترازو میں وزن کر کے سودا بیچتے ہیں اور خریدتے ہیں۔ کلو دو کلو دس کلو ایک کوئنٹل کا اندازہ ہم اسی ترازو کی بدولت کرتے ہیں۔ اس ترازو کا ذکر کر کے حق

تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تم تولتے وقت انصاف سے کام لو۔ کم یا زیادہ تول کرنا انصافی کا مظاہرہ مت کرو۔ مثلاً سودا فروخت کرتے وقت کم مت تولو اس سے خریدنے والے کا نقصان ہوگا اور خریدتے وقت زیادہ مت تولو کہ اس سے بیچنے والے کا نقصان ہوگا، انسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بھی تولو پورا پورا تولو۔ نہ زیادہ تولو نہ کم

قرآن حکیم میں اسی میزان کا ذکر مختلف انداز سے آیا ہے۔ سورۂ انعام میں فرمایا گیا۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

اس سے پہلے کی سورۂ انعام کی آیات میں مال یتیم کا ذکر چل رہا ہے۔ پھر یہ آیت نازل کر کے حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ مال یتیم کے معاملات میں حق وانصاف سے کام کرو۔ اور پورا پورا تولو کوئی ایسی حرکت نہ کرو، کم تول کر اور کم ناپ کر کہ جس سے تم تو فائدہ اٹھالو اور یتیم کا نقصان ہو جائے۔

سورۂ ہود میں فرمایا گیا۔ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ

قرآن حکیم نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے مدین کے باشندوں کو خاص طور پر اس بات کی تاکید کی کہ تم صرف اللہ کی بندگی کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور کوئی دوسرا اس لائق ہی نہیں ہے کہ تم اس کے سامنے اپنا سر جھکاؤ اور اپنا دامن پھیلاؤ اور اس بات کی بھی تاکید کی ناپ اور تول کے معاملے میں محتاط رہو۔ کم ناپ کر اور کم تول کر گناہ کار مت بنو۔ آگے چل کر مزید فرمایا۔

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ اور تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ

اور اے قوم کے لوگوں ! ناپ اور تول پورا کرو انصاف کے ساتھ اور لوگوں کو گھٹانے کی حرکت مت کرو، کیونکہ اس سے فتنہ وفساد ہوتا ہے اور فتنہ وفساد اللہ کو پسند

نہیں ہے۔

سورۂ شوریٰ میں فرمایا گیا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ.

اور اللہ وہی ہے جس نے اُتاری کتاب سچے دین کی اور اُتاری ترازو بھی۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

"اللہ نے مادی ترازو بھی اتاری جس میں رجسام تلتے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقل سلیم کہتے ہیں اور اخلاقی ترازو بھی جسے عدل وانصاف کہا جاتا ہے اور سب سے بڑی ترازو دین حق ہے جو خالق ومخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے اور جس میں بات پوری تلتی ہے نہ کم نہ زیادہ۔

سورۂ حدید میں فرمایا گیا۔

وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ط

اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ یعنی انبیاء کے ساتھ کتاب اور میزان تا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

"کتاب اور ترازو، شاید اسی لئے تولنے کی ترازو کو کہا کہ اس کے ذریعہ سے بھی حقوق ادا کرنے اور لین دین کرنے میں انصاف ہوتا ہے۔ یعنی کتاب اللہ اس لئے اتاری کہ لوگ عقائد اخلاق اور اعمال میں سیدھے انسان کی راہ چلیں۔ افراط وتفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں۔ ترازو اس لئے پیدا کی کہ بیع وشرا کے معاملات میں انصاف کا پلہ کسی طرف اٹھایا، جھکا نہ رہے۔ ممکن ہے کہ ترازو سے مراد شریعت ہو جو

تمام اعمال کے حسن وقبح کو ٹھیک جانچ تول کر بتلاتی ہے۔

قرآن حکیم میں بعض سورتوں میں میزان کی جمع موازین بول کر حق وانصاف کی بات کو دہرایا گیا ہے، مثلاً سورۂ انبیاء میں فرمایا گیا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ

اور رکھیں گے ہم ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن پھر کسی جی پر بھی کوئی ظلم نہیں ہوگا اور ہوگا کوئی عمل برابر رائی کے دانے کے بھی تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کے لئے۔

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہم قیامت کے دن حق وانصاف کرنے کے لئے بہت سی ترازو نصب کریں گے اور قیامت کے دن کسی بھی انسان پر ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا اگر کسی نے رائی کے برابر بھی کوئی برائی کی ہوگی تو اس کو بھی ہم کھینچ کر لائیں گے اور اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر نیکی کی ہوگی تو اس کو بھی ہم پیش کریں گے۔ ہر شخص کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسے ملے گا۔ کسی کے بھی ساتھ معمولی درجہ کی بھی زیادتی نہیں ہوگی۔ اس آیت کے ذریعہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ بات بھی منکشف کردی ہے کہ ہم صرف تمہیں صحیح تولنے اور صحیح ناپنے کا پابند نہیں کرتے ہم خود بھی صحیح تولنے اور صحیح ناپنے کا اہتمام کرکے دکھائیں گے ہم بھی تمہاری طرح ترازو کا استعمال کریں گے اور اس ترازو میں سب کے اعمال پورے پورے تولے جائیں گے کسی اور زیادتی کا کوئی امکان نہیں ہوگا پھر تمہارے افعال واعمال کا پورا پورا بدلہ تمہیں ملے گا۔ اور یہی انصاف ہے۔ میزان اور ترازو سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ ہم کوئی ترازو لے کر بیٹھ جائیں

بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم زندگی کے کسی بھی معاملے میں لینے دینے کے پیمانے الگ الگ نہ کریں۔ اس دنیا کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ جب وہ دوسروں سے لینے کی بات کرتی ہے تو اس کا پیمانہ دوسرا ہوتا ہے اور جب وہ دوسروں کو دینے کی بات کرتا ہے تو اس کا پیمانہ دوسرا ہوتا ہے اور یہ انصاف نہیں ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ لیتے اور دیتے وقت ہمارا پیمانہ ایک ہو۔ حق وانصاف اسی کا نام ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کریں کہ جو برتاؤ اگر ہمارے ساتھ کیا جاتا تو ہمیں تکلیف ہوتی۔ جگہ جگہ قرآن حکیم میں میزان کا ذکر کرنے کی وجہ یہی ہے کہ انسان اس دنیا میں اس طرح جئے کہ ذرہ برابر بھی وہ دوسروں کے ساتھ ظلم وستم کرنے کا خوگر نہ ہو۔ میزان اور پیمانے کی برابری کا مطلب یہ ہے کہ جو بات ہم اپنے لئے پسند کریں وہی بات ہم اپنے بھائیوں کیلئے پسند کریں۔ اپنے لئے میٹھے کو پسند کرنا اور دوسروں کیلئے کڑوی چیز پسند کرنا درحقیقت دو طرح کے پیمانے رکھنے کے مترادف ہے۔ کسی سے کچھ لیتے وقت ہم اس بات کے خواہش مند ہوں کہ جھکتا ہوا تولا جائے اور کسی کو دیتے وقت ہم یہ چاہیں گے کہ اٹھتا ہوا یعنی کم تولا جائے تو یہ بات اور یہ طریقہ قرین انصاف نہیں ہے۔ قرین انصاف یہ ہے کہ لیتے وقت اور دیتے وقت ہماری ناپ تول ایک جیسی ہو۔

اس دنیا میں جہاں بے شمار نعمتیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں وہیں اس نے میزان کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ میزان آخرت کے لئے بھی بنائی گئی ہے جہاں بندوں کا حساب وکتاب ہوگا اور اس میزان میں اچھے برے اعمال تول کر صحیح وزن کے ساتھ بتایا جائے گا کہ کس کے اچھے اعمال وزن دار ہیں اور کسی کے برے اعمال وزن دار ہیں۔

سورۃ القارعہ میں فرمایا گیا: فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ۔

جس انسان کے اچھے اعمال کا وزن بھاری ہوگا وہ مقام رضا میں ہوگا اور عیش وآرام کے ساتھ ہوگا اور جس انسان کے برے اعمال کا وزن زیادہ ہوگا وہ جہنم میں گڑھے میں ہوگا۔

یہ ترازو جو آخرت میں انسانوں کے اعمال کو تولے گی یہ بھی ایک طرح کی نعمت ہے اور اس نعمت کے ذریعہ انسان ظلم وزیادتی کا شکار نہیں ہونے پائے گا۔ اس نے جو بھی اچھے کام کئے ہوں گے ان کا صحیح صحیح وزن اس کے سامنے آئے گا اور وہ اپنے نیک کاموں کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور اس دنیا میں جو میزان پیدا کی گئی ہے وہ ہمیں ظلم وزیادتی سے افراط وتفریط سے کمی بیشی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور میزان سے مراد صرف ترازو نہیں ہے بلکہ میزان سے مراد عقل سلیم بھی ہے جو انسانوں کو صراط مستقیم پر راہ دیانت پر قائم رکھتی ہے اور میزان سے مراد وہ شریعت بھی ہے جو بندوں کو گمراہی سے محفوظ رکھتی ہے اور افراط وتفریط کے جنگل میں بھٹکنے سے روکتی ہے۔

سورۂ رحمٰن میں رب العالمین نے اپنے بندوں کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ وہ زندگی حق وانصاف کے ساتھ گزاریں۔ صحیح تولیں صحیح ناپیں۔ اپنے فرائض صحیح طریقے سے ادا کریں اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی پوری احتیاط اور پوری جانچ پڑتال کے ساتھ کریں۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے حقوق وصول کرتے وقت یہ چاہتے ہیں کہ ترازو کا پلڑہ پوری طرح جھک جائے اور اپنے فرائض ادا کرتے وقت یا دوسروں کے حقوق ادا کرتے وقت ہم سونے جیسا تول تولنے لگتے ہیں اور موقعہ ملنے پر ڈنڈی مارنے سے بھی باز نہیں آتے۔

قرآن حکیم کے تیسویں پارے میں فرمایا گیا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ یعنی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو لیتے وقت پورا پورا ناپیں یا زیادہ ناپیں اور دیتے وقت ناپنے میں کمی کریں اور گھٹادیں۔

اس دنیا میں اکثر وبیشتر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ انسان دوسروں سے وصول کرتے وقت یہ چاہتا ہے کہ ناپ اور تول پورا پورا ہو یا کچھ بڑھا کر ہو اور ادائیگی کے وقت وہ یہ چاہتا ہے کہ ناپ تول میں کچھ کمی کردے اس بات کو اسلام نے ناپسند کیا ہے اور تنبیہ کی ہے ان لوگوں کو جو دینے اور لینے کے پیمانے جدا جدا رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جو لیتے اور دیتے وقت ایک سوچ اور ایک نقطہ نظر رکھتے ہوں۔ جو دوسروں کی بھلائی کرنے کے لئے وہی سوچیں جو کچھ وہ اپنے لئے سوچتے ہیں۔ اسی بات کو اس حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم اپنے لئے پسند کرو وہی اپنے بھائیوں کے لئے پسند کرو۔ یہی دراصل صحیح تول ہے اور یہی دراصل میزان اور ترازو کا صحیح استعمال ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ زمین کا کہ اس کو کس طرح بچھایا گیا۔ زمین کے چاروں طرف چونکہ سمندر ہے اور زمین سمندر کے بیچ میں ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے بڑے بڑے پہاڑ زمین پر قائم کردئے تاکہ یہ زمین ہچکولے نہ کھائے اور ہنڈولہ اور جھولا بن کر نہ رہ جائے۔ پھر اس زمین کو پہاڑوں کی طرح سخت نہیں بنایا۔ اگر یہ سخت ہوتی تو اس کا سینہ چیر کر اناج وغیرہ پیدا کرنا بہت دشوار ہوتا۔ زمین کو نرم بنایا تاکہ اس سے مخلوقات استفادہ کرسکے۔ پھر اسی زمین میں جو تا حد نظر بچھادی گئی حق تعالیٰ نے طرح طرح کے درخت اگائے اور ایک زمین میں طرح طرح کی کھیتیاں پیدا کیں۔ جن کے

ذریعہ انسان اپنا پیٹ بھی بھرتا ہے اور اپنے مویشیوں کا بھی۔ زمین کے بارے میں ایک جگہ فرمایا: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (سورۂ ذاریات:۴۸)

ہم نے زمین کو فرش کے طور پر بچھایا اور ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔

حق تعالیٰ نے زمین کو فرش کی طرح بچھا کر دراصل اس دنیا کو مخلوقات کے لئے ایک ایسا بچھونا فراہم کیا۔ جو سب کے لئے راحت وسکون کا ذریعہ ہے۔ اگر زمین بچھونے کی طرح سیدھی نہ ہوتی اور اونچی نیچی اور ٹیڑھی میڑھی ہوتی تو مخلوقات کا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا محال ہو جاتا اور مخلوقات کو طرح طرح کی تکلیفات اٹھانی پڑتیں۔ دوران سفر جب انسان کو مختلف گھاٹیوں اور پہاڑیوں اور چٹانوں سے گزرنا پڑتا ہے تو کس قدر دشواری پیش آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کی ہزار دشواریوں سے بچانے کے لئے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا اور زمین کو ساکن وساکت رکھنے کے لئے اس پر بڑے بڑے پہاڑ نصب کر دیئے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا: وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ سورۂ نحل:۱۵)

اور اس نے زمین پر پہاڑ رکھ دیئے تا کہ وہ ڈگمگانے اور ہلنے نہ لگے۔

زمین کو فرش کی طرح اور اس میں نرمی پیدا کر کے اسے اس قابل بنایا کہ انسان اس میں درخت لگا سکے اور اس زمین سے سبزیاں اور ترکاریاں پیدا کر سکے۔ آپ دیکھ لیجئے کہ بڑے بڑے باغات درخت، کھیتیاں اور پھول اسی زمین کی دین ہیں اور یہ زمین ہمارے لئے بھی اناج اور غلہ فراہم کرتی ہے اور ہمارے چوپاؤں اور مویشیوں کے لئے بھی قرآن حکیم میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ

وَلِاَنْعَامِكُمْ (سورۂ عبس ۲۴ تا ۳۲)

اب دیکھ لیجئے انسان اپنی غذا کی طرف کہ ہم نے اوپر سے پانی اتارا پھر زمین کے سینے کو چیر اپھر اُگایا اس میں اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغات اور میوہ اور گھاس یہ سب کچھ متاع ہے تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے۔ اندازہ کیجئے کہ ایک کسان زمین کا سینہ چیر اس میں بیج بوتا ہے پھر رحمت کی بارشیں برستی ہیں اور پھر وہ بیج جو زمین میں دبائے گئے تھے۔ اللہ کے حکم سے زمین کا سینہ چیر کر ایک پودے کی شکل میں باہر آتے ہیں پھر وہ رفتہ رفتہ درختوں کی شکل میں بدل جاتے ہیں پھر ان پر طرح طرح کے پھل آتے ہیں جو لذیذ بھی ہوتے ہیں اور انسانوں کو غذائیت بھی فراہم کرتے ہیں۔ آم، امرود، انار، سیب انگور وغیرہ اور زمین کا سینہ چیر کر خربوزہ، تربوز وغیرہ کس طرح پیدا ہوتے ہیں اور انسانوں کی ضرورتیں کس طرح پوری کرتے ہیں طرح طرح کی ترکاریاں شلجم، پالک، گوبھی، گاجر، مولی وغیرہ دیکھئے کس طرح پیدا ہوتی ہیں اور کس طرح وہ پیڑ اگتا ہے جو انسانوں کی زندگی کے لئے بنیادی غذا کی حیثیت رکھتا ہے۔ گیہوں چنا، چاول، باجرہ وغیرہ پیدا کئے جو انسان کی زندگی کو باقی رکھنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان ہی میں بعض اناج ایسے بھی ہیں جن میں بھس بھی ہوتا ہے اور مویشیوں کی خوراک بنتا ہے۔ ان نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور تم کس کس انعام کی تکذیب کرو گے۔

اگلی آیت: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ. وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ

اس نے انسان کو (یعنی آدم کو) ایسی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکرے کی طرح بجتی

تھی اور اس نے جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔

آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت آدمؑ کی تخلیق جو ابوالبشر تھے یعنی تمام انسانوں کے باپ تھے وہ مٹی سے پیدا کیے گئے اور جنات کے باپ کو دہکتی آگ سے پیدا کیا گیا۔ یا مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت آدمؑ کی تخلیق جن عناصر سے ہوئی ان میں مٹی کا غلبہ تھا اور جنات کی تخلیق جن عناصر سے ہوئی ان میں آگ غالب تھی۔ ایک بحث کے دوران جو ابلیس براہ راست حق تعالیٰ سے کر رہا تھا اس نے کہا تھا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے۔ اور آگ کا مقام مٹی سے بڑھا ہوا ہے تو میں کیوں آدم کے پتلے کو سجدہ کروں۔

بہر حال یہ مسلم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا گیا تھا جب اس پتلے کی تیاری ہوئی تو مٹی کو جمع کیا گیا پھر اس میں پانی ملایا تو یہ طین یعنی گارا بن گئی تراب سوکھی مٹی کو کہتے ہیں اور طین اس مٹی کو کہتے ہیں جس میں پانی کی آمیزش ہو۔ پھر اس طین سے آدم کا پتلا تیار کیا گیا جب وہ سوکھ گیا تو وہ صلصال ہو گیا اور مثل فخار کے ہو گیا۔ یعنی سوکھنے کے بعد اس میں سے کھنکنانے کی آواز آنے لگی۔ کسی بھی ٹھیکرے پر جب انگلی ماری جاتی ہے تو اس میں کھنکھناہٹ کی آواز آتی ہے اسی آواز کو صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ کہا گیا ہے۔

پہلی آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ انسان کو مٹی سے بنایا گیا اور جنات کو خالص آگ سے بنایا گیا۔ انسانوں میں جو عاجزی اور مسکنت پائی جاتی ہے وہ مٹی کا اثر ہے اور جنات میں جو سرکشی اور تمرد پایا جاتا ہے وہ آگ کے اثرات ہیں۔

دیکھا جائے تو انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنا کر اس پر احسان عظیم فرمایا ہے، اس کے بعد پھر حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے، تمہارا رب مختار تھا وہ چاہتا تو تمہیں بھی آگ سے پیدا کر دیتا یا کسی اور چیز سے تمہارا ڈھانچہ بنا دیتا لیکن اس نے اس مٹی سے تمہارا ڈھانچہ تیار کیا جس میں عاجزی ہوتی ہے، جھکاؤ ہوتا ہے اس لئے یہ بھی ایک طرح کا انعام ہے بلکہ یہ ایک احسان بیکراں ہے اور تم اس احسان بیکراں کی تکذیب کیسے کرا سکتے ہو؟

اگلی آیت میں فرمایا: رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ

یعنی وہ رب ہے دونوں مشرقوں کا اور دونوں مغربوں کا۔ مشرق سے مراد وہ جگہ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور مغرب سے مراد ہے وہ جگہ جہاں سورج غروب ہوتا ہے۔ اس دنیا کا نظام کچھ اس طرح کا ہے کہ سورج مشرقی علاقوں میں طلوع ہو کر بائیں جانب سے اپنا سفر طے کرتا ہوا نصف النہار سے گزرتا ہوا ڈوب جاتا ہے پھر مغربی علاقوں میں طلوع ہو کر وہ دائیں جانب کا سفر طے کرتے ہوئے اپنے مقام خاص پر جا کر غروب ہو جاتا ہے۔ اس طرح ۲۴ گھنٹوں میں وہ پوری دنیا کا چکر لگا لیتا ہے۔ مشرقی علاقوں میں جب دن ہوتا ہے تو مغربی علاقوں میں رات ہوتی ہے اور مغربی علاقوں میں جب دن ہوتا ہے تو مشرقی علاقوں میں رات ہوتی ہے اس طرح سورج اللہ کے حکم سے اپنا سفر جاری رکھتا ہے اور اسی طرح تا قیامت وہ اپنی گردش کو جاری رکھے گا۔ اس حساب سے مشرق اور مغرب دو قرار پائیں گے اور ان دونوں کا مالک اور رب حق تعالیٰ ہے۔ اسی کے حکم سے طلوع و غروب کا سلسلہ جاری ہے۔ چاند اور سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر سکیں۔

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سورج اور چاند کے طلوع

وغروب سے دنیا میں لیل ونہار کا سلسلہ برقرار ہے اور اس لیل ونہار کے سلسلے میں یعنی دن اور رات کی گردشوں سے انسانوں اور جنوں کے لئے ہزار طرح کے منافع ہیں اگر اس دنیا میں صرف دن ہوتا اور رات نہ ہوتی تو بھی زندگی کا کیف ختم ہو جاتا اور اگر رات ہوتی اور دن نہ ہوتا تو بھی زندگی کا کیف ختم ہو جاتا۔ اللہ کی قدرت کے قربان جایئے کہ اس نے دن اور رات کے سلسلے کو پیدا کر کے اپنی مخلوقات کے لئے راحتوں کا بھی انتظام کر دیا اور منفعتوں کا بھی اور اسی آیت میں یہ لطیف اشارہ بھی موجود ہے کہ یہ لیل ونہار کی گردش صرف دن اور رات کے گھٹنے بڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ اسی گردش سے اس دنیا میں موسم بھی بدلتے ہیں کبھی سردی کا زمانہ آتا ہے اور کبھی گرمی کا۔ یہ موسم کی تبدیلی بھی دن اور رات کی گردش اور چاند سورج کے طے شدہ سفر کی وجہ سے ہے۔ اگر اس دنیا میں صرف ایک موسم ہوتا صرف سردی ہوتی اور گرمی نہ ہوتی تب بھی زندگی کا مزا کرکرہ ہو جاتا اور اگر اس دنیا میں گرمی ہوتی اور سردی نہ ہوتی تب بھی زندگی کا کیف ادھورا رہتا۔ رب العالمین نے تنوع پسند انسان کے لئے کئی طرح کے موسم پیدا کئے اور یہ کئی طرح کے موسم چاند اور سورج کی مسلسل گردشوں کی وجہ سے ہیں۔ ان انعامات کو جو دیکھنے میں نظر آتے ہیں اور غور وفکر کرنے سے محسوس بھی ہوتے ہیں ان کی ناقدری کرنا کیسے جائز ہے اور ہم اللہ کے بندے ان انعامات واحسانات کو کس طرح جھٹلا سکتے ہیں اور ان کی تکذیب کرنا کسی بھی صاحب ایمان کے لئے کیسے ممکن ہے۔؟

اگلی آیت میں فرمایا: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ. بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ
اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے۔

سمندر میں دونوں طرح کا پانی ہوتا ہے ایک میٹھا اور ایک نمکین اور کھارا۔ اللہ

کی قدرت دیکھئے کہ ان دونوں کے درمیان باقاعدہ کوئی دیوار نہیں ہے لیکن یہ دونوں پانی آپس میں ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ اللہ نے دودھ دینے والے چوپایوں کے جسم میں رگوں کا ایک جال بچھا دیا ہے اور ان رگوں کے درمیان کسی بھی طرح کی حد فاصل موجود نہیں ہے۔ ان رگوں میں ایک رگ ایسی ہے جس میں پانی ہوتا ہے ایک سے خون جاری رہتا ہے ایک سے پیشاب اور ایک سے دودھ، اور یہ چیزیں آپس میں خلط ملط نہیں ہو پائیں۔ یہ سب قدرتِ خداوندی کے کرشمے ہیں۔ اسی طرح سمندر میں کھارا اور میٹھا پانی برابر برابر سے گزرتا ہے لیکن میٹھا پانی کھارے پانی میں اور کھارا پانی میٹھے پانی میں ضم نہیں ہوتا۔ دونوں اپنی اپنی راہ چلتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے جدا جدا رہتے ہیں۔

سورۂ فرقان میں فرمایا گیا ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (سورۂ فرقان آیت نمبر: ۵۳)

اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھارا ہے کڑوا اور رکھا انکے درمیان پردہ اور آڑ روکی ہوئی۔

بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ "ارکان" سے چاٹگام تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کے دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں ایک کا پانی سفید ہے ایک سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن ہوتا ہے کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری بھی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقیٰ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہوتا ہے اور سیاہ کڑوا۔ اور باریسال میں بعض طلباء کا بیان یہ ہے کہ ضلع

باریسال میں دوندیاں ہیں جو ایک ہی دریا سے نکلی ہیں جب ایک کا پانی بالکل کڑوا ہے اور ایک پانی بالکل میٹھا۔ بہر کیف ان شواہدات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رب العالمین نے اپنی قدرت سے سمندر میں ایک ہی جگہ دونوں طرح کے پانی جمع کردیئے لیکن یہ دونوں پانی آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے اور کڑوا اور شیریں پانی اپنی اپنی ڈگر پر جاری رہتا ہے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ نے سمندر کے اندر دونوں طرح کے پانی پیدا کئے ہیں اور ان دونوں کی منفعتیں جدا جدا ہیں۔ میٹھا پانی پینے کے کام آتا ہے اور نمکین پانی سے نمک بنتا ہے علاوہ ازیں یہ دونوں پانی اپنی جدا جدا صفات کی وجہ سے جدا جدا ضرورتوں میں کام آتے ہیں۔ ان سب راحتوں لذتوں اور نعمتوں کا جھٹلا دینا بھلا کیسے ممکن ہے؟ اس کائنات میں ہر قدم پر اللہ کی ایک نعمت موجود ہے انسان کس کس نعمت کو جھٹلا سکتا ہے۔؟

پانی صرف پینے ہی کے کام نہیں آتا بلکہ پانی انسان کی ہزار ضرورتوں میں کام آتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ یہ فرمایا گیا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (سورۂ انبیاء، آیت: ۳۰)

یعنی ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا کیا وہ ایمان نہیں لائے۔

پانی کھیتوں کو پروان چڑھاتا ہے، پانی اناج اُگانے کا ذریعہ بنتا ہے، اس پانی کی بدولت عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں، پانی کے ذریعہ گارا اور سیمنٹ تیار ہوتا ہے، پانی بذریعہ غسل انسانی جسم کے میل کچیل کو دور کرتا ہے، پانی سے ترکاریاں اور سالن تیار ہوتے ہیں حد یہ ہے کہ پانی کا سہارا لے کر آٹا گوندھا جاتا ہے اور روٹی تیار ہوتی ہے، پانی کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ یہ نعمت جس کی عام طور پر ہم ناقدری کرتے ہیں

اگر ہمیں میسر نہ ہو تو ہمیں اس کی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پانی اللہ کی پیدا کردہ نعمتوں میں سب سے اہم نعمت ہے لیکن چوں کہ یہ پانی ہمیں فراخی کے ساتھ میسر ہے اس لئے ہم اس کی قیمت کا اندازہ نہیں کر پاتے۔ جن علاقوں میں پانی کا قحط ہوتا ہے، جہاں بارشیں نہیں ہوتیں کوئیں اور تالاب نہیں ہوتے اور پانی ذرا مشکل سے دستیاب ہوتا ہے وہاں کے لوگوں سے پوچھئے کہ پانی کیا ہے اور یہ اللہ کی پیدا کردہ کتنی عظیم الشان نعمت ہے۔ گرمی کے تپتے ہوئے دنوں میں جب پانی کی کمی پڑتی ہے جب بارش برسنے میں دیر ہو جاتی ہے اور زمینیں خشک ہو کر پھٹ جاتی ہیں اور جب کھیتیاں گرمی کی شدت کی وجہ سے جھلسنے لگتی ہیں۔ پھر اچانک رحمت کی بارشیں برستی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر چیز ہری بھری ہو جاتی ہے۔ پانی ہے ہی ایسی نعمت ہر خزاں رسیدہ چمن کو ہرا بھرا کر دیتا ہے اور مردہ زمین کو نئی زندگی عطا کر دیتا ہے اس نعمت کی ناقدری وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ایمان سے محروم ہوں جنہیں اللہ نے دولت ایمان عطا کر رکھی ہے وہ اس نعمت کی تکذیب کیسے کر سکتے ہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اس جگہ ان دو نگینوں کا ذکر کیا جو سمندر میں پیدا ہوتے ہیں اور یہ دونوں نگینے انسان کو فائدہ پہنچانے والی ایک مخصوص نعمت ہیں۔ موتی صدف میں پل کر تیار ہوتا ہے اور مرجان جسے مونگا کہتے ہیں ایک درخت پر ایک پھل کی طرح لگتا ہے پھر تراش خراش کے بعد یہ مونگا بن جاتا ہے۔ جو لوگ نگینوں اور پتھروں کی حقیقت سے واقف ہیں انہیں بخوبی اس بات کا اندازہ ہے کہ رب العالمین

نے اپنے بندوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ان نگینوں اور پتھروں کو پیدا کیا ہے اور ان پتھروں اور نگینوں میں ہزار طرح کی افادیت رکھی ہے۔ یہ نگینے اور پتھر بعض امراض کو دفع کرنے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور ان نگینوں سے بفضل خداوندی مشکلات زندگی پر قابو بھی پایا جاتا ہے۔ موتی اور مونگا اگر راس آجائیں تو انسان کی غربت مالداری میں بدل جاتی ہے اور باذن خداوندی اگر یہ نگینے کسی انسان کو راس آجائیں تو اس کی زندگی میں سنہرا انقلاب آجاتا ہے اور اس کی محرومیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بلاشبہ یہ لؤلؤ (موتی) اور یہ مرجان (مونگا) اللہ کی پیدا کردہ نعمتیں ہیں جن کی تکذیب کرنا ممکن نہیں ہے۔

قرآن حکیم ایک اصولی کتاب ہے اس میں بے شمار حقیقتوں کا ذکر بطور اصول کردیا گیا ہے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ انسانی ضروریات کے لئے رب العالمین نے کیسی کیسی نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اس مختصر کتاب میں تمام حقائق کا تذکرہ منجملۂ امکان نہیں تھا۔ اس لئے ہر نوع کی چند چیزوں کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے۔ اب رہیں اس نوع کی دیگر چیزیں تو ان کی انسان خود تحقیق و جستجو کر سکتا ہے اور انسان کو یہ تحقیق و جستجو کرنی چاہئے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ رب العالمین نے انسان کے لئے کیسی کیسی بیش بہا نعمتیں پیدا کی ہیں اور کیسے کیسے نفع بخش سامان اس کائنات کے اندر موجود ہیں۔ مثلاً مرجان اور موتی کا ذکر اس اصولی طور پر کردیا گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بس یہ دو ہی نگینے انسانوں کے لئے مفید ہیں۔ بلکہ ان کا تذکرہ اس بات کی علامت ہے کہ نگینے بھی رب العالمین کی پیدا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں اور ان کی افادیت دو اور چار کی طرح واضح اور مسلم ہے۔ جڑی بوٹیاں باذن اللہ مختلف بیماریوں میں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ دیگر دوائیں بھی مرض کو باذن اللہ دفع کرتی ہیں

مختلف خمیرے اللہ کی مرضی اور اذن سے انسانوں کو تقویت دیتے ہیں مختلف غذائیں اللہ کے حکم سے انسانوں کے لئے جزو بدن بن کر ذریعہ تندرستی اور وسیلۂ بقاءِ حیات بنتی ہیں اسی طرح مختلف پتھر اور نگینے بھی مختلف امراض اور مختلف ضرورتوں میں انسانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور مختلف امراض و مصائب سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں اور بلاشبہ یہ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے کیونکہ اس کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو فی نفسہٖ مؤثر ہو اور جو فی ذاتہٖ انسانوں کے لئے نفع بخش بن سکے۔ نگینے اور پتھر بھی فی نفسہٖ مؤثر نہیں ہیں وہ بھی دواؤں اور غذاؤں کی طرح انسان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے محتاج ہیں۔

نگینے اور پتھر تو بے شمار ہیں اور ان کی افادیت کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے لیکن یہاں بطور تذکیر نعمت چند پتھروں کے چند فائدے یہاں بیان کئے جاتے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اس کائنات کے پیدا کرنے والے نے اپنے بندوں پر کیسے کیسے احسانات کئے ہیں اور کن کن انعامات سے انہیں نوازا ہے۔

الماس جسے ہیرا بھی کہتے ہیں اس کے استعمال سے جسم صحت مند ہوتا ہے، روح کو فرحت حاصل ہوتی ہے، دل سے خوف دنیا دور ہوتا ہے اور انسانی عزائم میں یہ نگینہ قوت اور پختگی عطا کرتا ہے۔

یاقوت شیطانی وساوس سے محفوظ رکھتا ہے، روحانی قوت میں اضافہ کرتا ہے اس کے استعمال سے دل کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، یہ نگینہ جائز خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنتا ہے۔

نیلم پہننے سے جادو کے اثرات نہیں ہوتے۔ جسمانی امراض سے بھی یہ پتھر نجات دلاتا ہے۔

پکھراج مال ودولت میں اضافے کا ذریعہ بنتا ہے، دماغی سکون عطا کرتا ہے، شادی اور ازدواجی زندگی کی خوشیوں میں اضافہ کرتا ہے۔

مونگا (مرجان) بچوں کی ضد اور رونے کو موقوف کرتا ہے، طبیعت میں انشراح پیدا کرتا ہے، چہرے کی بشاشت لاتا ہے۔

زرقون دشمنوں پر غلبہ اور فتح عطا کرتا ہے عزت ودولت بڑھاتا ہے تعلقات میں سدھار پیدا کرتا ہے۔

زبرجد مصائب وآلام اور جسمانی امراض سے نجات دلاتا ہے اور دماغ کو تقویت بخشتا ہے۔

فیروزہ دل سے دنیا کے ہر خوف کو دور کرتا ہے، دشمنوں پر غلبہ عطا کرتا ہے، حادثات سے پہلے حادثات سے خبردار کرتا ہے اگر باذن اللہ راس آجائے تو انسان کو بام عروج تک پہنچا دیتا ہے۔

عقیق مال ودولت میں اضافے کا سبب بنتا ہے اس کے استعمال سے درد سینہ سے نجات ملتی ہے۔ غصے اور جھنجھلاہٹ کو ختم کرتا ہے۔

لہسنیا اگر بچوں کے گلے میں ڈالیں تو جنات کے اثرات اور نظر بد سے حفاظت ہوتی ہے برے خوابوں سے نجات ملتی ہے۔

اوپل محبت میں کامیابی لاتا ہے روح کو سکون دیتا ہے، چہرے پر شگفتگی لاتا ہے، جو لوگ پاک صاف محبت کے دور سے گزریں ان کو کامیابیوں سے ہمکنار کراتا ہے۔

تورمری اس نگینے کے استعمال سے باہمی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے، خواہ مخواہ بدگمانی اور سوء ظنی سے محفوظ رکھتا ہے۔

موتی بینائی میں اضافہ کرتا ہے، دل کو سکون عطا کرتا ہے، عقل کو بڑھاتا ہے۔

دانۂ فرہنگ گردے کے امراض کو دفع کرتا ہے، مثانے کو تقویت دیتا ہے، گردے اور مثانے کی پتھری کو ریزے ریزے کر کے پیشاب کے راستے سے باہر نکالتا ہے۔

زمرّد (پنا) دل اور معدے کو تقویت دیتا ہے، روحانی سکون عطا کرتا ہے وغیرہ۔ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار نگینے اس دنیا میں موجود ہیں جو انسانوں کی مختلف ضرورتوں میں فائدہ اور تقویت پہنچاتے ہیں ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی فضل بیکراں کی نشان دہی کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ بلاشبہ رب کائنات کو اپنے بندوں سے بے مثال محبت ہے اور اسی محبت کی وجہ سے اس نے ہزاروں قسم کی نعمتیں اس دنیا میں اُتاری ہیں ان نعمتوں کا جس کو ادراک اور علم ہوجائے وہ کیسے اپنے رب کی اور اس کے انعامات کی تکذیب کرسکتا ہے؟

اگلی آیت میں فرمایا گیا: وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

اور اسی کے لئے کشتیاں جو بلند کی ہوئی ہیں سمندر میں پہاڑوں کی طرح۔ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے صرف آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال واکرام والا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ رب العالمین نے پہلے سمندر کو پیدا کیا جو پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور انسانی تحقیق کے مطابق اس دنیا کے تین حصوں میں پانی ہے اور صرف ایک حصہ خشکی پر مشتمل ہے۔ اس سمندر میں مچھلیاں پیدا کی گئی ہیں جو انسان کی خوراک بنتی ہیں اور اس سمندر سے اور بھی بہت سے فائدے ہیں علاوہ ازیں اس سمندر میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کے لئے رب العالمین نے کشتیاں بنائیں اور پانی کے جہاز بنائے۔ یہ کشتیاں اور جہاز اتنے وسیع وعریض اور اتنے بلند ہوتے ہیں کہ جیسے کوئی پہاڑ یا کوئی چٹان ہو اور انسان کشتیوں میں بیٹھ کر پانی کا سفر تہہ کرتا ہے اور دوسرے مقامات میں جا کر نفع حاصل کرتا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ہے: وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ کہ کشتیاں چلتی ہیں سمندر میں ان چیزوں کو لے کر جن میں انسانوں کے لئے نفع ہے۔ آج دبئی، امریکہ، افریقہ، سعودی عرب اور دیگر ممالک کا سفر لوگ پانی کے جہاز کے ذریعہ خود بھی کرتے ہیں اور اپنا مال بھی ان جہازوں کے ذریعہ ڈھوتے ہیں اور نفع کماتے ہیں۔

ایک اور جگہ یہ ارشاد فرمایا گیا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہم نے اس کے لئے خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی سواریاں پیدا کیں اور پاکیزہ رزق کے سلسلے بنائے اور عزت وعظمت بخشنے والی ہزاروں چیزیں پیدا کیں۔ انسان ان سے اپنی ضرورتیں بھی پوری کرتا ہے اور اس کو ان چیزوں کے استعمال سے عزت وعظمت بھی

حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان میں کی ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی اور ہر چیز کا وجود انسان کی عظمتوں کا قائل ہے۔

سمندر نہ صرف ہمارے سفروں کا راستہ بنتا ہے بلکہ ہمارے لئے بہترین اور مفید ترین غذا بھی فراہم کرتا ہے یہ سخت کھاری سمندری پانی کا جو منہ تک بھی نہیں جاسکتا۔ پینا تو در کنار اور اگر یہ پانی انسان کے بدن پر لگ جائے تو بدن میں کھجلی پیدا کردے اس کھارے اور نمکین پانی میں رب العالمین نے تر و تازہ مچھلیاں پیدا کی ہیں وہ مچھلیاں جن کا گوشت سب سے زیادہ لذیذ بھی ہوتا ہے اور مفید بھی۔

اس کے علاوہ سمندر اپنے دامن میں اور بھی بہت سے خزانے چھپائے ہے جو انسانوں کے لئے نفع کا باعث بنتے ہیں۔ سمندر ہی کی گہرائی میں مرجان کا درخت اُگتا ہے اور سمندر ہی کے دامن سے موتی اور عنبر پیدا ہوتے ہیں، نمک جیسی ضروری اور قیمتی چیز سمندر ہی کے پانی سے تیار ہوتی ہے اور بھی ہزاروں طرح کی نفع بخش چیزوں کو انسان سمندر کا سفینہ چیر کر برآمد کرتا ہے۔ یہ سب چیزیں اس ذات گرامی کی پیدا کردہ ہیں کہ جس نے اپنے بندوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھا ہے اور خواہشات کا بھی۔ ان سب چیزوں کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے بعد بہت ہی ناقدرا اور احسان فراموش ہوگا وہ انسان جو اللہ کی پیدا کردہ ان نعمتوں کو جھٹلائے یا ان کی تکذیب کرے۔

اس کے بعد فرمایا کہ روئے زمین پر جو کچھ بھی ہے سب فنا ہونے والا ہے اور باقی رہنے والی ذات صرف حق تعالیٰ کی ہے۔ یعنی فنا کے گھاٹ سبھی کو اُتر جانا ہے۔ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کو دوام نصیب ہو۔ ہر چیز عارضی اور وقتی ہے۔ خوشیاں بھی عارضی ہیں اور غم اور دکھ بھی۔ اسی طرح ہر جاندار اور ہر بے جان چیز بھی عارضی اور

وقتی ہے۔ ایک دن اور ایک وقت بھی کو ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ یہ فرمایا گیا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ہر چیز ہلاک ہو جانے والی ہے ماسوا رب العالمین کی ذات کے۔ ایک وقت مقررہ پر انسان بھی وفات پا جاتے ہیں حیوان بھی اور دنیا کی وہ چیزیں جو انسان کی ضرورت بن کر انسان کے ارد گرد بکھری ہوئی ہیں۔ رب العالمین نے اپنی نعمتوں کا ذکر کر کے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ میری پیدا کردہ کوئی بھی نعمت اور کوئی بھی شئے ایسی نہیں ہے کہ جسے اس دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو ہر چیز کی ایک عمر ہے اور عمر طبعی کو پہنچ کر ہر چیز فنا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خود وہ انسان بھی جس کے لئے ہزاروں طرح کی نعمتیں پیدا کی ہیں وہ بھی فنا ہو جاتا ہے۔ مثلاً انسان کا اپنا وجود بھی رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ فنا کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے جسم کے اعضاء آہستہ آہستہ اپنی قوت کم کرتے رہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس پر ضعف اور بڑھاپا طاری ہوتا رہتا ہے پھر ایک دن وقت موعود آ جاتا ہے اور انسان مٹی سے بنایا گیا تھا اور مٹی ہی میں مل جاتا ہے۔

نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے موت اور فنا کا ذکر کرنا بظاہر ایک عجیب سی بات ہے اور بظاہر یہ بات موضوع کے خلاف ہے۔ لیکن اگر ہم گہرائی میں جا کر سوچیں تو یہ بات موضوع سے ہٹ کر نہیں ہے، موت جسے ہم صرف ایک حادثہ سمجھتے ہیں وہ بھی ایک طرح کی نعمت ہی ہے۔ موت ہی کسی بھی چیز کا بدل اور جانشین پیدا کرتی ہے اگر انسان وفات نہ پاتا تو اس کے پس ماندگان کو اس کی جگہ پر بیٹھنے کا موقعہ نہ ملتا اسی طرح اگر اشیاء فنا نہ ہوا کرتیں تو دوسری چیزیں مہیا کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اور ایک ہی چیز کو خواہ وہ کتنی بھی پرانی ہو جاتی اور گھس جاتی اسی کو انسان استعمال کرنے پر مجبور ہوتا۔ حق تعالیٰ نے موت جیسی حقیقت پیدا کر کے نئی نئی چیزوں کی پیدائش کا

سلسلہ جاری کیا۔ اس حساب سے موت بھی ایک طرح کی نعمت ہے۔ نعمتوں کے ذکر کے دوران موت کا ذکر اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ کائنات جو حق تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں سے بھری ہوئی ہے جہاں ہر ہر قدم پر ایک نعمت موجود ہے اور یہ کائنات اپنی تمام حقیقتوں کے ساتھ انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے اس سے دل لگا کر بیٹھ جانا اور اپنے انجام کو بھول جانا بندگی اور دانش مندی کے خلاف ہے کیونکہ نعمتوں کا وجود اپنی جگہ مسلم ہر ہر نعمت کی افادیت اپنی جگہ مسلم اور یہ بھی مسلم اور طے شدہ کہ اس دنیا کی ہر نعمت صرف اور صرف انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ زمین کے ذرّے ہوں یا آسمان کے ستارے تمام چرند و پرند اور تمام جمادات و نباتات انسان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہر چیز خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان انسان کی خدمت میں مصروف ہے۔ لیکن انسان کو ان چیزوں کے لئے نہیں پیدا کیا گیا: إِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَإِنَّكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَةِ. دنیا بے شک تمہارے لئے پیدا کی گئی لیکن تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو، گویا کہ:

نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے ترے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

اس لئے نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ یاددہانی بھی کرا دی گئی کہ اے انسان ان نعمتوں سے دل لگا کر نہ بیٹھ جانا یہ سب فنا ہونے والی ہیں اور باقی رہنے والی وہی ذات ہے جس کی عبادت کے لئے تجھے پیدا کیا گیا ہے اور چونکہ موت اور راہ فنا رب العالمین تک اور اس کے عرش تک پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہے اس لئے یہ بھی ایک طرح کی نعمت ہے اور اس نعمت کی بھی تکذیب ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ بہت زیادہ گہرائی سے کام لیں گے تو آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ موت بھی زندگی کی طرح ایک نعمت ہے۔ اگر

موت نہ ہوتی تو کئی نسلوں کو بڑا بننے کا موقعہ نہ ملتا اور نہ وارثین اپنا جائزہ لینے کی کبھی پوزیشن میں نہ آتے۔ یہ موت ہی ہے جو بزرگوں کو اپنے رب سے ملنے کا موقعہ فراہم کرتی ہے اور بچوں اور جوانوں کو کسی کا وارث اور کسی کا جانشین بناتی ہے۔ بُرے لوگ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو دنیا والوں کو ایک طرح کا سکون ملتا ہے اور اچھے لوگ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ان کی اچھائی یاد آتی ہے اور اچھائی کی قدر ہوتی ہے اسلئے بجا طور پر عورت کو ایک نعمت سمجھنا چاہئے اور یہ نعمت بھی ایسی نعمت ہے کہ جس کی تکذیب ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا: يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

یعنی اسی سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہیں۔

اس آیت میں اس بات کی طرف واضح انداز میں یہ اشارہ کیا گیا ہے، آسمانوں اور زمینوں میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے اپنے دامن کو پھیلاتی ہیں۔ ہر صاحب ایمان اور ہر صاحب عقل انسان اور جن اپنے خالق مالک اور رازق ہی کو اپنا مستعان اور مددگار سمجھتا ہے اور اسی ذات کے سامنے اپنے مسائل رکھ کر اپنے صاحب ایمان اور صاحب عقل ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

مانگنا اور سوال کرنا کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔ مانگنے سے انسان کی وقعت گھٹ جاتی ہے لوگوں سے مانگنے والا اللہ کی نظروں میں بھی گر جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ بار بار اپنا دست سوال دراز کرتے ہیں اور

ہر وقت کاسۂ گدائی لئے مخلوق کے سامنے کھڑے رہتے ہیں وہ حشر کے میدان میں اس طرح حاضر ہوں گے کہ ان کے چہروں پر صرف ہڈیاں ہوں گی۔ گوشت پوست نہیں ہوگا اور محض ہڈیاں ہونے کی وجہ سے ان کا چہرہ خوفناک ہوگا اور یہ چہرہ اس بات کی علامت ہوگا کہ یہ لوگ دنیا میں مخلوق کے سامنے اپنی جھولی پھیلائے کھڑے رہتے تھے۔ مانگنے سے انسان اپنے رشتے داروں اور دوستوں کی نظروں میں بھی گر جاتا ہے اور اس کی حیثیت فنا ہو جاتی ہے۔ اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اس دنیا کا یہ دستور ہے کہ مانگنے سے تعلقات خراب ہوتے ہیں، رشتے ٹوٹتے ہیں اور دوستیاں ختم ہو جاتی ہیں اور رشتوں کی آب وتاب متاثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس دنیا میں اگر انسان اپنی عزت وعظمت کو برقرار رکھنے کا خواہش مند ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلانا بند کر دے اور ضروریات کے لئے اپنے دوستوں اور رشتے داروں کی کنڈیاں نہ کھٹکھٹائے کہ یہ بات مسلم ہے اس دنیا میں جب بھی ہم کسی سے کچھ مانگتے ہیں تو اس سے ہمارے تعلقات اگر ختم نہیں ہوتے تو متاثر تو ضرور ہو جاتے ہیں اور یہ بات بھی ازراہ دین اسلام مسلم ہے کہ جب ہم اللہ سے مانگنا چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ سے اگر ہمارے تعلقات ختم نہ بھی ہوں تو متاثر ضرور ہو جاتے ہیں۔ دنیا والوں کی نظروں میں کوئی بھی انسان اسی وقت گرتا ہے جب وہ ان سے مانگنے لگتا ہے اور اللہ کی نظروں میں انسان اس وقت گر جاتا ہے جب وہ اللہ سے مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے: مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کو اس انسان پر غصہ آتا ہے جو اس سے دعا کرنا چھوڑ دے۔ دراصل یہ ساری کائنات رب العالمین

کی محتاج ہے اور رب العالمین سبھی کی دعائیں سنتے ہیں اور سبھی کی ضروریات اور خواہشات پوری کرتے ہیں، اس لئے ایمان اور عقل کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی دعائیں، اپنی ضرورتیں اور اپنی تمنائیں اسی کے حضور رکھیں اور اس کو اپنا مستعان مان کر اس کی نظروں میں اپنی قدر و قیمت بڑھائیں۔

سورۂ رحمٰن میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ ساری کائنات اس کائنات کی ساری مخلوقات بلکہ وہ ساری مخلوق جو آسمانوں میں آباد ہے وہ بھی اپنے مسائل اپنے رب کے حضور ہی رکھنے کی پابند ہے اور حق تو یہ ہے کہ اگر اس کے دربار سے کسی کو کچھ ملنے کا فیصلہ ہو جائے تو کس کی مجال ہے کہ وہ اس شخص کو محروم کر سکے اور اگر اس کے دربار سے کسی کو محروم رکھنے کا فیصلہ ہو جائے تو کون اس شخص کو کچھ عطا کر سکتا ہے۔ اسی بات کو قرآن حکیم میں بایں الفاظ فرمایا گیا۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط

اگر اللہ پہنچانا چاہے تمہیں کوئی تکلیف تو پھر کوئی نہیں ہٹا سکتا اس تکلیف کو ماسوا اللہ ہی کے اور اگر ارادہ کر لے تمہارے ساتھ بھلائی کرنے کا تو پھر کوئی نہیں روک سکتا اس کے فضل کو۔

بلاشبہ حق تعالیٰ اگر کسی کو عطا کرنا چاہیں تو ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس شخص کو محروم نہیں کر سکتیں اور حق تعالیٰ کسی کو محروم رکھنا چاہیں تو دنیا بھر کی طاقتیں مل کر بھی اس کو کچھ عطا نہیں کر سکتیں۔

اسی حقیقت کو سورۂ فاطر میں کچھ انداز بدل کر یوں فرمایا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ

اور جن کو تم پکارتے ہو خدا کا در چھوڑ کر وہ ایک کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ بعثتِ اسلام کے وقت مشرکین اپنے بتوں کے سامنے ان کی پرستش کر کے ان سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ ان کو مخاطب کر کے حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اللہ وحدہ لاشریک کا در چھوڑ کر جن جھوٹے معبودوں کو اپنا مستعان سمجھ رہے ہو اور ان کے سامنے اپنی ضروریات اور خواہشات کا اظہار کر رہے ہو وہ تمہاری مدد کیسے کریں گے وہ تو خود ایک کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ آج کل کے وہ مسلمان جو مزارات پر یا درگاہوں پر اپنا دامن پھیلا رہے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے سوا بھی ان کی مرادیں کسی اور جگہ سے پوری ہو سکتی ہیں انہیں بھی قرآن حکیم کی اس آیت سے سبق لینا چاہئے۔ بہرکیف سورۂ رحمٰن میں اس حقیقت کو اُجاگر کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی کل مخلوقات بالخصوص وہ مخلوقات جو اللہ کے معبود ہونے، مالک و رازق ہونے اور مستعان ہونے کا یقین رکھتی ہے وہ اسی کی بارگاہ میں اپنا دامن پھیلاتی ہیں اور اس سے مدد اور نصرت کی طالب ہوتی ہیں۔

اس حقیقت کو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ سورۂ رحمٰن میں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کہ رب العالمین کی ہر دن اور ہر وقت ایک نئی شان ہے۔ رب العالمین اپنی مخلوقات کے لئے کبھی کسی شان کا اظہار کرتا ہے اور کبھی کسی شان کا۔ ہر دن اور ہر وقت اس کی صرف ایک ہی شان قدرت کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ اس کی شانِ قدرت دنوں اور گھنٹوں کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابرین نے فرمایا ہے کہ دعاؤں کی مقبولیت کے بھی اوقات ہوتے ہیں۔ ہر دن اور ہر وقت ایک جیسا مبارک نہیں ہوتا۔

دعاؤں کی مقبولیت کے لئے بزرگوں نے کچھ اوقات یہ لکھے ہیں۔

رات کا پچھلا وقت، جمعہ کی شب، جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے درمیان کا وقت، عصر و مغرب کے درمیان کا وقت، شب قدر، شب برات، شب معراج، اذان کے وقت اقامت کے وقت، جہاد فی سبیل اللہ میں صف بندی کے وقت فرض نماز کے بعد بحالت سجدہ، بحالت سجدہ ختم قرآن کے موقعہ پر، عرفہ کے دن، بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے وقت، زمزم پیتے وقت، افطار کے وقت، طواف کے دوران روضۂ اقدس کے سامنے، رحمت باراں کے وقت اور دردزہ کے وقت عورت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ان اوقات کے علاوہ بھی کچھ اوقات بزرگوں نے فرمائے ہیں۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ قبولیت کے اوقات غیر قبولیت کے اوقات سے جدا ہیں اور رب العالمین کی توجہ اس کائنات پر مختلف اوقات میں مختلف انداز سے ہوتی ہے۔ کبھی ان کی شانِ رحمت کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی ان کی شانِ قہاریت کا۔ کیونکہ جس طرح وہ رحمٰن ورحیم ہیں اسی طرح وہ قہار وجبار بھی ہیں۔

''اسماءِ حسنٰی'' سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رب العالمین کی ذاتِ گرامی کی کس قدر صفات ہیں۔ بے شک وہ رحیم بھی ہیں۔ بے شک وہ کریم بھی ہیں۔ وہ لطیف بھی ہیں، وہ ودود بھی ہیں، وہ رزاق بھی ہیں، وہ واسع بھی ہیں، وہ شافی بھی ہیں، وہ کافی بھی ہیں، وہ وکیل بھی ہیں، وہ کفیل بھی ہیں، وہ قہار بھی ہیں، وہ جبار بھی ہیں، وہ مانع بھی ہیں، وہ دافع بھی ہیں۔ ہزاروں اور لاکھوں صفات رب العالمین کی ذاتِ گرامی میں موجود ہیں۔ ان کی کوئی ایک شان نہیں ہے، ان کی ذات ہمہ گیر ہے اور اس میں ہزاروں شانیں پوشیدہ ہیں۔ کسی دن کسی وقت ان کی ایک شان قدرت کا ظہور ہوتا ہے اور کسی دن کسی وقت دوسری شان کا۔ مثال کے طور پر جمعہ کے دن ان کی شانِ محبت کا ظہور ہوتا ہے، منگل کے دن شانِ قہاریت کا، پیر کے دن شانِ رحمت کا ظہور

ہوتا ہے، اتوار کے دن شانِ رزاقیت کا۔ اسی بات کے پیش نظر فرمایا گیا کہ رب العالمین کی ہر دن ایک نئی شان ہے اور ہر پل وہ اپنی مختلف قدرتوں کا اظہار کرتا ہے۔ کسی کو زندگی دیتا ہے، کسی کو موت، کسی کو شفاء دیتا ہے، کسی کو بیماری، کسی کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت، کسی کو مال و دولت عطا کرتا ہے، کسی کو مفلسی اور تنگ دستی، کسی کو عروج بخشتا ہے، کسی کو زوال، کسی کو اقتدار عطا کرتا ہے اور کسی کو اقتدار سے محروم کردیتا ہے۔ اس کی قدرتیں مختلف انداز سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کائنات میں اچھا بُرا جو کچھ بھی ہوتا ہے خیر و شر کے جو بھی کارنامے انجام دیئے جاتے ہیں وہ رب العالمین کے حکم ہی سے انجام دیئے جاتے ہیں۔ ان کی مرضی اور ان کے حکم کے بغیر اس دنیا میں نہ کچھ ہوا ہے اور نہ کچھ ہوسکتا ہے۔ بے شک وہی خالق خیر بھی ہے اور وہی خالق شر بھی اور وہی خالق شر بھی ہے اور وہی دافع شر بھی۔ اس لئے ہمیں مصائب سے بچنے کے لئے اور شر سے محفوظ رہنے کے لئے اسی کے سامنے اپنا دامن پھیلانا چاہئے۔ اس دنیا کی کل مخلوق بالخصوص وہ مخلوق جو اپنے رب کی وحدانیت کی قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی کبریائی اور اس کے مستعان ہونے کی قائل ہے وہ اسی کے سامنے اپنا دامن پھیلاتی ہے، اسی کو اپنا ناصر و حامی سمجھتی ہے، چنانچہ اس دنیا میں ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق اسی کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ پھیلائے کھڑا رہتا ہے۔ کوئی روزی طلب کررہا ہے، کوئی اولاد، کوئی کاروبار کی ترقی کی دعائیں کررہا ہے، کوئی مقدمہ میں کامیاب ہونے کی، کوئی اقتدار مانگ رہا ہے اور کوئی کسی جگہ کا انتظام، کوئی محبت کی بھیک مانگ رہا ہے اور کوئی تسخیر خلائق کی۔ غرضیکہ ہر شخص اسی کے سامنے اپنی ضرورتوں کا اظہار کرتا ہے اور اس سے مانگنا ہی بندگی کی شان ہے اور عبدیت کی معراج ہے لیکن دور اندیش ہیں وہ لوگ جو اس سے

مانگنے کے لئے صحیح طریقہ، صحیح تدبیر، صحیح انداز، صحیح دن اور صحیح وقت کا انتخاب کرتے ہیں۔ کیوں کہ ہر دن ان کی ایک الگ تھلگ شان ہے اور ہر دن ان کی نئی قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔ بلاشبہ وہ اعلیٰ ہیں، وہ اعظم بھی ہیں، وہ اکبر بھی ہیں۔ ان کی شان نرالی ہے اور ان کی کس کس نعمت کو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں۔

بعثت اسلام سے پہلے مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ اولاد دینے والا خدا اور ہے، رزق دینے والا خدا اور، بیماریوں سے شفاء دینے والا خدا اور ہے۔ دیگر ضرورتیں پوری کرنے والا خدا اور۔ دین اسلام نے اس طرح کے عقائد اور تصورات کی مخالفت کی اور مختلف آیات و روایات سے یہ ثابت کیا ہے کہ اولاد بھی رب العالمین عطا کرتے ہیں اور رزق عطا کرنے کے ذمہ دار بھی وہی ہیں، بیمار ہوجانے پر شفاء اور تندرستی بھی ان کے حکم سے ملتی ہے اور عزت و دولت بھی ان ہی کی بارگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہر دن ان کی ایک نئی شان ہے اور ہر دن ان کی ایک نئی شان کا ظہور ہوتا ہے اور دنیا کی مخلوق ان کی شایان شان ان کے آگے اپنے دامن کو پھیلاتی ہے اور اپنے دامنِ مراد کو ان کی عطا سے بھر لیتی ہے

اس کے بعد فرمایا گیا۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ.

یعنی اے انس و جن، ہم عنقریب تمہارے لئے فارغ ہوجائیں گے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ.

اے انسانوں اور جنوں کی جماعت اگر تم سے ہو سکے تو تم آسمانوں اور زمین

کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ لیکن تم بغیر قوت کے نکل نہیں سکتے۔ اے انسانوں اور جنوں تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی عارضی اور وقتی ہے اور ایک دن سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ حق تعالیٰ کے عرش اور ان کی ذات گرامی کے سوا تمام چیزیں فنا ہوجائیں گی نہ زمین کے ذرے باقی رہیں گے نہ آسمان کے ستارے۔ یہ پوری کائنات اس طرح بکھر کر رہ جائے گی جس طرح کانچ کا برتن ٹوٹنے کے بعد ریزے ریزے ہوکر بکھر جاتا ہے اس کائنات کی ہزاروں لاکھوں ذمہ داریاں اس کائنات میں زندگی گزارنے والے کروڑوں بلکہ اربوں اور کھربوں انسانوں کو رزق کی فراہمی، ان کی تندرستی کی بحالی، ان کی ان گنت ضروریات و خواہشات کی تکمیل کتنے سارے مسائل ہیں جنہیں قدرت خداوندی حل کرتی ہے۔ اگر چہ اس طرح بے شمار ذمہ داریوں کو حل کرنے کے باوجود بھی رب العالمین کی ذات کسی دیگر ضرورت سے بے خبر نہیں ہے لیکن انسانی ذہن کو مطمئن کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ آج تو اس وسیع و عریض کائنات کے ہمہ گیر نظام کی خصوصیات ہمارے سامنے ہیں لیکن ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جب ہم ان ہمہ گیر مسائل سے فارغ ہوجائیں گے پھر نہ کسی کی تندرستی کا معاملہ رہے گا، نہ کسی کی روزی روٹی کا، کائنات کسی کتاب کی طرح بند کردی جائے گی۔ اس وقت ہم تمہارے حساب و کتاب کی جانچ کریں گے، تمہارے اعمال ناموں کو ٹٹولیں گے اور دیکھیں گے کہ تم میں کون ہمارا مطیع اور کون ہمارا نافرمان۔ دراصل انسان زمین پہ سوچتا ہے کہ کسی بھی نگراں اور محتسب کی ہزار قسم کی مصروفیات کہاں کسی کے حساب و کتاب کی صحیح معنوں میں مہلت دیتی ہیں اور اتنی ساری مصروفیات کے ہوتے ہوئے چھوٹے چھوٹے

مسئلوں پر کہاں کسی محتسب کی نظر پڑسکتی ہے۔ اسی ذہنیت کو سامنے رکھتے ہوئے رب العالمین نے فرمایا کہ اگر ہم کسی بھی وقت نظام کائنات کی ہزار مصروفیات کے باوجود لمحہ بھر کے لئے کسی بھی انسان کے کسی بھی چھوٹے بڑے مسئلے سے غافل ہیں لیکن قیامت کے دن تو یہ ساری کائنات کسی کاغذ کی طرح لپیٹ دی جائے گی اور اس وقت تو صرف ہمیں انسانوں اور جنوں کے حساب و کتاب کو دیکھنا ہوگا اور کسی بھی انسان کی چھوٹی بڑی نیکیاں اور چھوٹے بڑے گناہ ہماری نظروں سے اور ہماری پکڑ سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے کیوں کہ ہم پوری طرح فارغ ہوں گے اس لئے حساب و کتاب ذرے ذرے کا ہوگا۔ اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر نیکی کی ہوگی تو وہ بھی سامنے آئے گی اور اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر معصیت کی ہوگی تو ہم اس کو بھی تمہارے روبرو کھینچ کر لائیں گے۔

دنیا کی عدالتوں میں صرف ایک معاملہ پر مقدمہ چلتا ہے اور اس مقدمہ میں انسان اکثر و بیشتر جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی گردن بچالیتا ہے۔ یہاں وکیل بھی مدعا علیہ کی مدد کردیتا ہے اور الٹی سیدھی دلیل بھی کام آجاتی ہے اگر اس کے باوجود مقدمہ میں انسان ہار جائے تو ہارنے والا اپیل بھی کرسکتا ہے اور اپنے معاملہ میں نظر ثانی کرنے کی درخواست بھی دے سکتا ہے پھر کوئی دوسری عدالت اس مقدمہ کی ہار جیت پر دوبارہ نظر ڈالتی ہے لیکن آخرت کی عدالت کا حال یہ ہوگا کہ وہاں عمر بھر کے معاملات میں مقدمہ چلے گا۔ منصف خود باری تعالیٰ ہوں گے۔ نہ وہاں وکیل ہوگا نہ کوئی دلیل ہوگی اور مقدمہ کا فیصلہ بندے کے خلاف ہوجانے پر اپیل کی بھی گنجائش نہیں ہوگی۔ عجیب ہوگی یہ آخرت کی عدالت بھی۔ اسی عدالت اور اسی روز حساب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ہم پوری طرح تم لوگوں کے حساب و

کتاب کے لئے فارغ ہوں گے اور تم سے ذرے ذرے کا حساب لیں گے۔

اس کے بعد یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر تمہارے اندر یہ ہمت ہو، یہ حوصلہ ہو، یہ طاقت ہو کہ تم وہاں سے بھاگ سکو تو بھاگ کر دکھانا۔ تم بڑی طاقت کے بغیر ایسا کر بھی نہیں سکتے اور تم ایسی کسی طاقت سے وہاں محروم رہو گے۔ فرشتوں نے چاروں طرف سے تمہارا گھیراؤ کر رکھا ہوگا۔

بھاگ جانے اور نظروں سے پوشیدہ ہوجانے میں انسانوں سے زیادہ جنات میں صلاحیت ہوتی ہے، وہ دیکھنے والی آنکھوں سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔ اور منٹوں، سیکنڈوں میں پرواز کرکے دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر پہنچ جاتے ہیں۔ وہ پلک جھپکتے ہی غائب ہوجاتے ہیں اور کسی دیکھنے والی آنکھ کو نظر نہیں آتے۔ لیکن حشر کے میدان میں ان کی یہ صورت ختم ہوچکی ہوگی، وہ لاکھ کوشش کرنے پر بھی اللہ کی قائم کردہ حد بندیوں سے تجاوز نہیں کرسکیں گے۔ وہ انسانوں کی طرح اللہ کی بارگاہ میں مجبور محض ہوں گے۔ ایک حدیث کے مطابق فرشتوں کی چاروں سمت سات سات صفیں ہوں گی اور ہر ایک صف میں ستر لاکھ فرشتے ہوں گے، یہ ایک طرح کا حصار ہوگا، اس حصار کے دائرے سے نہ کسی انسان کا فرار ہوجانا ممکن ہوگا نہ کسی جن کا۔ وہاں ایک اعلان یہ بھی ہوگا۔ اَیْنَ الْمَفَرُّ اب بھاگو کہاں بھاگتے ہو؟

دنیا کی زندگی میں تو رب العالمین کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہ بھاگو اللہ کی طرف لیکن بروز محشر اعلان یہ ہوگا کہ بھاگو کہاں بھاگتے ہو اور بھاگ کر دکھاؤ کیسے بھاگتے ہو؟ بھاگنا تو درکنار روز محشر کی ہولناکی دیکھ کر کوئی بھاگنے کا تصور تک نہیں کرسکے گا۔ یوم آخرت کا نقشہ کھینچ کر رب العالمین نے اپنے بندوں پر

کرم کیا ہے تاکہ وہ آخرت کی تیاری کرلیں اور اپنے آخری حساب وکتاب کی فکر کریں۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا اپنا حساب خود کرلو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کتاب ہو۔

حساب وکتاب کی حقیقت اور آخرت کے دن کی ہولنا کی بیان کرکے اپنے بندوں کو پیشگی حساب وکتاب سے ڈرا کر رب العالمین نے ایک کرم کیا اور یہ کرم ایسا نہیں ہے کہ بندے اس کو نظرانداز کردیں اور اس کی ناقدری کریں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ.

یعنی تم لوگوں پر آگ کا شعلہ دھواں چھوڑا جائے گا سو تم اس کو نہیں ہٹا سکو گے۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

نحاس ایسے دھوئیں کو کہتے ہیں کہ جو گرم بھی ہو اور سیاہ ترین بھی۔ روزِ محشر میں ایک طرف تو انسانوں اور جنوں پر شعلے برس رہے ہیں اور دوسری طرف ایسا دھواں چھوڑا جائے گا جو گرم بھی ہوگا اور سیاہ بھی۔ یہ دھواں اندھیرے میں اضافہ کا سبب بنے گا اور جب یہ دھواں انسانوں اور جنوں کے ناک، کان اور منہ میں داخل ہوگا تو سخت اذیت کی وجہ بنے گا۔ ایک طرف آگ برس رہی ہوگی اور ایک طرف دھوئیں کی تکلیف۔ عجیب وحشت ناک منظر ہوگا لیکن اللہ کے نیک بندے اس طرح کی تکالیف سے محفوظ ہوں گے۔

اس سلسلے میں سورۂ مرسلات کی چند آیات یہ ہیں:

اِنْطَلِقُوْا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ. وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ.

چلو ایک سائبان کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں جو سایہ دار نہیں ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے، بلاشبہ وہ دوزخ سے بڑے بڑے انگارے اُچھال رہا ہے۔ جیسے بڑے بڑے محل ہوں گے گویا کہ وہ کالے کالے اونٹ ہیں، اس روز جھٹلانے والوں کے لئے بہت خرابی ہوگی۔

ان آیات سے یہ اندازہ ہوا کہ جو لوگ اللہ کے دین، اس کے پیغامات اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں وہ اس طرح کی سزاؤں سے محفوظ رہیں گے اس دن جو کچھ گزرے گی اس کا شکار وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی نعمتوں اور اس کی تعلیمات کو جھٹلاتے تھے اور جو اللہ کے بہر اعتبار نافرمان تھے۔ جن کی زبان بھی اللہ کی نعمتوں کی تکذیب کرتی تھی اور جن کا عمل بھی اللہ کے احکامات کی تردید کرتا تھا۔ ایسے لوگ قیامت کے دن بڑی بڑی مصیبتوں کا شکار ہوں گے۔

ان آیات ۔ سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ گناہ گاروں پر دوزخ سے انگارے برسائے جائیں گے اور انہیں ایک ایسے سائبان کی طرف ہنکایا جائے گا جو انہیں نہ گرمی سے بچائے گا نہ موسم کے تھپیڑوں سے۔ دنیا کے سائبان انسان کو سردی سے بھی محفوظ رکھتے ہیں اور گرمی سے بھی لیکن یہ سائبان عجیب ہوگا، یہ نہ سردی سے محفوظ رکھ سکے گا نہ گرمی سے اور یہ اس دھوئیں سے بھی حفاظت نہ کرسکے گا جو آگ کے شعلوں سے بھی زیادہ اذیت ناک ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا:

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ

اور جب آسمان پھٹ جائے گا تو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا، آخر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

قیامت کے دن زمین کے چیتھڑے بکھر جائیں گے اور آسمان پھٹ کر سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا، اس دہشت ناک منظر کو پہلے ہی سے بیان کر دیا گیا ہے تا کہ عبرت حاصل کرنے والوں کا ذہن بیدار ہو جائے اور آخرت کے لئے روزینہ تیار کر لے اور آخرت کا روزینہ اور زادِراہ اعمال صالحہ ہیں۔ اپنے بندوں کو ایک خطرناک وقت اور ایک ہیبت ناک گھڑی سے آگاہ کر دینا بجائے خود ایک نعمت ہے اور یہ بھی دیگر انعاماتِ خداوندی کی طرح بہت اہم ہے اور قابل قدر ہے۔

حق تعالیٰ نے اس پیشگی اطلاع کو اپنے انعامات کی فہرست میں شامل کر کے اپنے بندوں سے یہ سوال کیا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

بے شک اس نے ہمیں پیدا کر کے ہم پر احسان عظیم کیا ہے۔ یہ زندگی جو ہمیں میسر ہے اس کا قیمتی عطیہ ہے۔ اس نے ہمیں ذی نفس بنایا ہے، اس کا کرم ہے اگر ہمیں وہ مٹی کا ڈھیلا بنا کر پیدا کر دیتا تو ہم دنیا کی ٹھوکروں میں رہتے لیکن اس نے ہمیں جاندار مخلوق بنا کر پیدا کیا، اس کی ذرہ نوازی ہے۔ پھر جاندار مخلوق میں اس نے اہمیت دی اور اشرف المخلوقات بنایا۔ اگر وہ ہمیں بلی، بندر، کتا، بچھو، سانپ، اژدہا وغیرہ یا کچھ اور بنا کر دنیا میں بھیج دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ ہمارا شمار جانوروں میں ہوتا اور ہم بے مقصد زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے۔ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں زندگی بخشی اور ہمیں آدمؑ کی اولاد میں شامل کیا اور یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں صاحب ایمان بنایا۔ اگر وہ ہمیں انسان تو بنا دیتا لیکن کفار و مشرکین میں ہمارا شمار کر دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ ایک دن ہم مر جاتے اور دوزخ کا ایندھن بن

جاتے۔ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں وجود بخشا اور ایمان کی دولت سے ہمیں سرفراز کیا اور اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے ہمیں امت محمدی ﷺ میں شامل کیا، اس محمد ﷺ کی امت میں جس پر قرآن حکیم جیسی دولت نازل ہوئی اور جس قرآن نے قیامت سے پہلے ہی قیامت کا سارا منظر کھول کر بیان کر دیا تا کہ ہم اپنے اعمال کا سدھار کر لیں اور اس وقت کی تیاری کر لیں جب آسمان پھٹ کر روئی کے گالوں کی طرح اڑا اڑا پھرے گا، جب زمین کی دھجیاں بکھر جائیں گی، جب مجرموں پر آگ کے شعلے برسیں گے اور جب ایک اذیت ناک دھواں انسانوں کے لئے وجہ مصیبت بن کر رہ جائے گا۔ اس خدا کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے ان باتوں کی پہلے ہی سے ہمیں اطلاع دیدی اور پہلے ہی سے ہمیں ایسے حالات سے خبردار کر دیا جو تمام مجرمین کے لئے عتاب الٰہی کا پیش خیمہ بن کر سامنے آئیں گے اور نہیں دیکھ کر اچھے اچھوں کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ مجرمین کو سزا دینا بھی فرماں برداروں کے لئے ایک بہت بڑا انعام ہے کہ ان کو سزا سے اور رسوائی سے محفوظ رکھا گیا۔ ہم صاحب ایمان لوگ حق تعالیٰ کی ان نعمتوں کی کس منہ سے تکذیب کر سکتے ہیں اور کس زبان سے ان نعمتوں کو جھٹلا سکتے ہیں جو قدم قدم پر ہمیں بصیرت انسانی اور بصورت معانی اور بصورت آگاہی عطا ہوئی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا گیا:

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ.

یعنی قیامت کے دن کسی جن یا انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا جائے گا۔ سو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مجرمین سے کبھی سوال تحقیق حال کیلئے ہوتا ہے کیونکہ پوچھنے والے کو پوری صورت حال معلوم نہیں ہوتی تو اسے بتانے اور جتانے کے لئے ہوتا ہے اور اس کو اس کے جرائم کا احساس دلانے کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے وہ بلاشبہ پہلے ہی سے علیم وخبیر ہے اس سے بندوں کی کوئی بھی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے بندوں کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنے بندوں کے احوال سے باخبر ہے۔ جو بھی بندے قیامت کے دن بحیثیت مجرمین حاضر ہوں گے ان کے جرائم رب العالمین پر پہلے ہی سے واضح اور منکشف ہیں۔ ان سے کسی بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان سے پوچھنے کا مطلب تو محض اس لئے ہوگا کہ وہ مجرمین کو مطمئن کر سکے اور یہ ثابت کر سکے کہ ان کے ساتھ کوئی ظلم اور زیادتی نہیں ہو رہی ہے اور ان کے بارے میں سزا کا جو بھی فیصلہ کیا جانے والا ہے وہ بھی ایک طرح کا انصاف ہے۔

اسی طرح کی ایک آیت سورۂ اعراف میں بھی ہے۔ فرماتے ہیں:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ

یعنی ہمیں ضرور پوچھنا ہے ان لوگوں سے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اور ہمیں رسولوں سے بھی پوچھ تاچھ کرنی ہے۔ گویا کہ سوالات ان قوموں سے بھی ہوں گے جن کے پاس آسمانی ہدایات لے کر انبیاء کو روانہ کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کا خیر مقدم کس طرح کیا اور ان کی ہدایات پر کہاں تک عمل کیا اور تحقیق انبیاء سے بھی کی جائے گی کہ آپ نے ہمارے پیغام کو اپنی امت کو پہنچا دیا تھا یا نہیں اور جب ہمارا پیغام پہنچا دیا تھا تو اس کا جواب قوم نے کیا دیا۔ کتنے لوگوں نے ہمارے پیغامات کا احترام کیا اور کتنے لوگوں نے ہمارے پیغامات

کی توہین کی۔

ایسا نہیں ہے کہ رب العالمین کو اس بات کی خبر نہیں ہے کہ نبیوں اور رسولوں نے ان کے پیغام کو صحیح معنوں میں پہنچایا یا نہیں۔ اور کس نبی کی قوم نے اپنے نبی کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا۔ رب العالمین کو سب کچھ خبر ہے انہیں تو دلوں میں چھپے ہوئے ان رازوں کے بارے میں بھی واقفیت ہے جو زبان تک بھی نہیں آتے اور جن کا ادراک کسی اور کے لئے ممکن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان رازوں ان خیالوں اور ان وسوسوں سے بھی باخبر رہتا ہے جو انسانوں کے سینوں میں محفوظ یا موجود ہیں۔ لیکن قیامت کے دن مجرمین سے سوال کرنے کا مطلب مجرمین کو مطمئن کرنا ہوگا کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنے جرائم کا اعتراف کریں۔

چنانچہ آیات وراویات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حشر کے میدان میں جب مجرمین سے پوچھ تاچھ ہوگی تو وہ فرشتوں کی اطلاعات کی تکذیب کریں گے اور کراماً کاتبین نے جو رپورٹ بارگاہ خداوندی میں پیش کی ہوگی اس کو جھٹلائیں گے۔ ایسے مجرمین کے لئے بطور خاص یہ ترکیب کی جائیگی کہ رب العالمین کے حکم سے ان کی زبان پر مہر لگا دی جائے گی۔ زبان بولنے کی قدرت کھو بیٹھے گی اس کے بعد ان کے جسم کے دوسرے اعضاء بول اٹھیں گے اور ان گناہوں کی تصدیق کریں گے جو بندہ کیا کرتا تھا اور گناہ کرنے میں اپنے اعضاء کا استعمال کرتا تھا۔ چنانچہ سورۂ یٰسین میں فرمایا گیا ہے: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ آج کے دن ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر اور بات کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ہمیں ان کے پاؤں جو کچھ بھی وہ کرتے تھے۔

اس طرح مجرمین کے اعضاء ان گناہوں کی تصدیق از خود کرینگے جن میں وہ مبتلا رہتے تھے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو بھی مبتلا کرتے تھے۔ اسی بات کو ذرا پھیلا کر سورۂ حٰم سجدہ میں بیان کیا گیا ہے۔

يَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءَ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ . حَتّٰى اِذَا مَا جَاءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ . وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْ اَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ .

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن ہم جمع کریں گے ان لوگوں کو جو اللہ کی نافرمانی کا اظہار کر کے حق جل مجدہ کے ساتھ دشمنی اور عداوت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اور دین الٰہی کی مخالفت میں کمر بستہ رہا کرتے تھے۔ ان کو دوزخ میں جمع کیا جائے گا اور ان کی نافرمانی اور غداری کے اعتبار سے ان کی جماعتیں بنادی جائیں گی اور جب یہ مجرمین دوزخ کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے تو ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھال بولنے لگے گی اور اُن افعال کی تصدیق وتوثیق کردے گی جن میں وہ عمر بھر مبتلا رہے تھے اس وقت مجرمین کو حیرت بھی ہوگی اور افسوس بھی اور وہ فرطِ غضب میں اپنے جسم کی کھال سے یہ سوال کریں گے کہ تم نے حقائق سے پردہ کیوں ہٹایا اور ہمارے گناہوں کی پول کیوں کھولی؟ اس وقت جسم کے اعضاء بولیں گے اللہ نے ہمیں بولنے کی اور بات کرنے کی قدرت عطا کی اور اسی نے اس دنیا کی ہر مخلوق کو بات کرنے کی صلاحیت بخشی تھی۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس دنیا میں انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اچھا یا برا۔ حق تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہوتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ سات

پردوں میں یا سمندر کی گہرائی میں جا کر بھی کسی فعل کا مرتکب ہوگا تو حق تعالیٰ اس سے خبردار رہیں گے۔ قیامت کے دن سوالات صرف اس لئے ہوں گے تاکہ مجرمین کو یہ کہنے کا حق نہ رہے کہ ہمارے ساتھ زیادتی کی گئی اور ہم سے پوچھا تک نہیں گیا اور جو بندے اپنے افعال بد کے منکر ہوں گے ان کے اعضاء سے ان کی آنکھ، کان اور دیگر جسم کے حصوں سے گواہی لی جائے گی۔ اس کے بعد کسی سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ آپ کھلی آنکھوں سے یہ دیکھ سکتے ہیں کہ فلموں اور ڈراموں میں کام کرنے والے لوگ جب مرجاتے ہیں اور ان کی ہڈیاں تک گل سڑ کر مٹی میں مل کر مٹی بن جاتی ہیں وہ پردۂ فلم پر پھر زندہ نظر آتے ہیں۔ چلتے ہیں پھرتے ہیں، ہنستے ہیں بولتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جو کردار ادا کئے تھے وہ کردار ان کی موت کے بعد حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی ایک ایک حرکت ان کے اچھے برے رول فلم کی ریل میں محفوظ رہتے ہیں اور انہیں بار بار دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہر انسان کی ایک فلم فرشتے تیار کرتے ہوں گے جو قیامت کے دن بحکم خداوندی پیش کی جائے گی اور انسان کو اپنی زندگی کی فلم دیکھ کر یہ یاد آجائے گا کہ اس نے اپنی زندگی میں اچھے برے کیا کیا کارنامے اور کرتوت انجام دیئے۔ کتنی بار چوری کی، کتنی بار جوا کھیلا، کتنی بار زنا کیا، کتنی بار شراب پی اور کتنی بار اس نے اپنے رب کو یاد کرنے کیلئے نماز قائم کی غرضیکہ ہر اچھا اور برا کام اس فلم کی ریل میں کسی ریکارڈ کی طرح محفوظ ہوگا اور اس کو دیکھنے کے بعد اللہ کا کون بندہ اپنے کسی فعل بد کی تکذیب کرسکتا ہے؟

اور قرآن حکیم کی آیات کے مطابق تو حق تعالیٰ کو یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ وہ انسان کے جسم کے اعضاء کو زبان کی طرح بولنے کی قدرت عطا کردے اور کان آنکھ

اور ہاتھ پاؤں بندے کی خطاؤں اور غلطیوں کی تصدیق کریں گے اور مجرمین کو لاجواب کردیں گے۔

قرآن حکیم کی آیات سے ہمیں اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ بروز محشر مجرمین کی شناخت ان کے چہروں سے بھی ہوجائے گی اوران کے وہ چہرے دیکھ کر جو پھٹکار زدہ ہوں گے اور جن پر سیاہی لپیٹ دی گئی ہوگی مجرمین کی پہچان بن جائیں گے۔

سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ط اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ. وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ.

یعنی جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے کالے ہوں گے اس دن لوگوں سے پوچھا جائے گا جن کی صورتیں سیاہ ہوں گی کہ تم کیوں کافر ہو گئے تھے ایمان لانے کے بعد؟ اب تم عذاب چکھو اللہ کا اپنے کفر وشرک کی وجہ سے اور جن کے چہرے سفید اور نورانی ہوں گے وہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے اور ہمیشہ اللہ کی رحمت کے سائے میں رہیں گے۔

اس آیت سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے یہ پوچھا جائے گا کہ وہ ایمان لانے کے بعد پھر کافر کیسے ہو گئے؟

اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد ارتداد کا راستہ اختیار کرتے ہیں یہ بات ان سے پوچھی جائے گی اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ چوں کہ تمام کفار ومشرکین کسی نہ کسی نبی کی امت میں سے ہی تھے لیکن ان لوگوں نے اپنے نبی کی تعلیمات سے انحراف کر کے کفر وشرک کی راہ اختیار کی تھی اس لئے یہ سوال کیا جائے گا اور سب سے زیادہ قرین صواب بات یہ ہے کہ چونکہ اس دنیا کے تمام ہی انسانوں کو دین فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے اور ہر بچہ در حقیقت دین اسلام کی دولت سے سرفراز ہو کر اس دنیا میں جنم لیتا ہے اس کے بعد اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی مجوسی یا مشرک بنا لیتے ہیں۔ چوں کہ ہر انسان کی فطرت میں دین اور اسلام شامل ہے اور ہر انسان کی تخلیق وحدانیت پر ہوتی ہے اس لئے اس سے یہ سوال کرنا کہ تم ایمان کے بعد کفر کی طرف کس طرح پلٹ گئے یا تمہیں دین فطرت سے گمراہی اور شرک وشیطنت کی طرف کس طرح جوڑ دیا گیا ایک حق بجانب سوال ہے۔ اور اس کا جواب وہ لوگ نہیں دے سکیں گے جو مجرم ہوں گے اور جن کے لئے عتاب الٰہی مقدر ہو چکا ہوگا۔ بہر کیف میدان حشر میں انسانوں کے چہرے خود ہی یہ ثابت کر رہے ہونگے کہ کون مجرم ہے اور کون رحمت خداوندی کے سائے میں ہے۔

سورۂ اسراء میں فرمایا گیا: وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ط اور ہم قیامت کے دن (مجرمین کو) منہ کے بل چلائیں گے اور انہیں اندھا گونگا بہرا بنا کر اٹھائیں گے۔

سورۂ طٰہٰ میں فرمایا گیا: وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا. يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ. ہم قیامت کے دن مجرمین کو اس طرح جمع کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور وہ آپس میں (اپنی بربادی پر) سرگوشیاں کر رہے ہوں گے۔

اس طرح کی صورت حال سے کھل کر واضح ہو جائے گا کہ اللہ کے نافرمان بندے کون ہیں اور اس کے فرمانبردار بندے کون۔ اللہ جن سے ناراض ہوگا ان کے

چہروں پر پھٹکار ہوگی وہ سیاہ رات کی طرح تاریک ہوں گے اور ان کے چہروں سے وحشت اور سیاہی ٹپک رہی ہوگی اور حد یہ ہے کہ وہ نہ بولنے پر قادر ہوں گے نہ سننے پر اور نہ دیکھنے پر۔ عجیب وحشت ناک منظر ہوگا جو ان کی بربادی اور ہلاکت کو ثابت کررہا ہوگا۔ اس کے برعکس کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کے چہروں پر نور ٹپک رہا ہوگا اور ان کے چہرے ماہتاب وآفتاب کی طرح چمک رہے ہوں گے اور انہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوجائے گا کہ ان کا رب ان سے راضی ہے۔

چنانچہ سورۂ رحمٰن کی اگلی آیت میں یہ فرمایا گیا: يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ قیامت کے دن مجرم لوگ اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے اور ان کے بال اور پاؤں پکڑ کر لے جایا جائے گا، پھر تم اپنے رب کی کس کس حقیقت کو جھٹلاؤ گے؟

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میدان حشر میں نافرمان لوگوں کی بہت درگت بنے گی ان کے ساتھ فرشتے ذلت آمیز سلوک کریں گے اور انہیں مجرمین اور سرکش لوگوں کی طرح گھسیٹ کر دوزخ کی طرف دھکیلا جائے گا۔ اور ان کی شکلوں پر ایسی وحشت برس رہی ہوگی کہ دیکھنے والے بھی خوف زدہ ہوں گے اور ان لوگوں کا وہاں کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. یہ ہے وہ جہنم جس کو لوگ جھٹلاتے تھے اور اس وقت یہ مجرم لوگ دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی کے ارد گرد دورہ کررہے ہوں گے، پس تم اپنے رب کی کس کس نشانی کو جھٹلاؤ گے؟

ان آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دوزخ کے اندر صرف آگ ہی نہیں ہے بلکہ

وہاں اور بھی سخت ترین عذاب ہیں جن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے ایک ماء حمیم بھی ہے یعنی کھولتا ہوا پانی، جب اہل جہنم آگ کی تپش اور زیادتی کی وجہ سے پیاس میں مبتلا ہوں گے اور فرشتوں سے پانی کا مطالبہ کریں گے اس وقت ان کو کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا۔ یہ پانی نہ پیاس بجھا سکے گا نہ تسکین پہنچا سکے گا۔

سورۂ غاشیہ میں فرمایا گیا: تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ دوزخیوں کو کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا اور سوائے جھاڑ کانٹوں کے ان کے لئے کھانا کچھ بھی نہ ہوگا جو نہ طاقت دے گا نہ بھوک مٹا سکے گا۔

سورۂ کہف میں فرمایا گیا: وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا. اور اگر وہ پیاس سے تڑپ کر فریاد کریں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا وہ چہروں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

سورۂ محمد میں فرمایا گیا: وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ.

انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے کرڈالے گا۔

سورۂ مومن میں فرمایا گیا: يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ مجرمین کو گرم پانی میں جھونکا جائے گا پھر انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

ان آیات اور ان جیسی دیگر بہت سی آیات قرآنی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مجرمین کو دوزخ کی آگ کے ذریعہ اور کھولتے ہوئے پانی کے ذریعہ عذاب دیا

جائے گا جو ان کے لئے اذیت ناک بنے گا اور انہیں یہ اندازہ ہو جائے گا کہ دنیا کی زندگی میں کفر و شرک اور معصیت و نافرمانی کی راہیں اختیار کر کے انسانوں نے خود اپنے ساتھ ظلم کیا ہے۔ قیامت کے دن ان پر جو کچھ بھی گزرے گی وہ سب ان کے اپنے افعالِ بد کا نتیجہ ہوگا۔ مجرمین کو جب بھوک لگے گی تو ان کو ایسا کھانا اور پانی دیا جائے گا جو نہ ان کی بھوک پیاس مٹا سکے گا اور نہ ان کے لئے تسکین کا باعث ہوگا بلکہ ان کو کھانے پینے کے لئے ایسی چیزیں دی جائیں گی جو ان کے لئے ذلت اور منکبت میں اضافہ کرنے والی ہوں گی اور جنہیں استعمال کرنے کی ان میں تاب نہیں ہوگی۔

سورۂ رحمٰن میں ان عذابوں کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ حقیقت یہ ہے کہ رب العالمین کا یہ انعام بھی کس قدر بے پایاں ہے کہ اس نے جرائم کی سزاؤں کا ذکر کر کے اپنے بندوں کو پیشگی آگاہ کر دیا ہے۔ تاکہ وہ خود کو ایسے انجام سے بچا سکیں اور صراط مستقیم پر چل کر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی جدوجہد کر سکیں۔ اس طرح رب العالمین نے اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی رحم و کرم کا معاملہ کیا ہے اور اس رحم و کرم کا انکار اور اس کی تکذیب وہی کر سکتا ہے جو فطرتاً بدنصیب ہو اور جسے رحم و کرم کے مفہوم ہی کی خبر نہ ہو

قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے سورۂ رحمٰن قرآن حکیم کی ۵۵ ویں سورۃ ہے۔ اس سورت کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سورت کو بطور خاص مسلمان پڑھتے اور سنتے ہیں۔ ماہ مبارک میں جس رات یہ سورت تراویح میں پڑھی جاتی ہے ایک خاص سمع بندھتا ہے اور مقتدی حضرات اس کی قرأت سے بطور خاص محظوظ ہوتے ہیں۔ اس سورت کو قرآن حکیم کی دلہن کہا جاتا ہے۔

☆ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس انسان کا سینہ تنگ ہو قرأت کرتے ہوئے یا وعظ کرتے ہوئے اس کا سانس پھول جاتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس سورت کی پہلی دو آیتیں بعد نماز عشاء ایک ہزار مرتبہ ۴۱ راتوں تک پڑھے۔ انشاء اللہ اس کو مذکورہ بیماری سے نجات مل جائے گی۔

☆ اگر کسی شخص کا کوئی دشمن ہو اور وہ دشمن فاسق و فاجر اور شری ہو اور وہ شخص اس کے شر سے اور اس کے ظلم سے پریشان ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی چوراہے سے ۱۲ کنکریاں اٹھا کر لائے اور ہر ایک کنکری پر ۱۲ مرتبہ یہ آیت پڑھ کر دم کرے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اس عمل کو ۱۲ دن تک جاری رکھنا ہے اور کنکریاں پڑھنے کے بعد دشمن کے گھر کی دیوار پر ایک ایک کر کے روزانہ ایک ایک کنکری کو مارنا ہے اور استعمال شدہ کنکری کو دوبارہ اٹھا کر پھر استعمال کریں۔ گویا کہ روزانہ ۱۲ کنکریاں کسی دوسرے چوراہے پر سے اٹھا کر لائیں ہر بار ایک ہی چوراہے سے کنکری نہ اٹھائیں۔ انشاء اللہ دشمن برباد ہوگا۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ اس طرح کے عمل بہت ہی مجبوری میں اور بہت ہی زیادہ ظالم و فاسق انسان کے خلاف کرنے چاہئیں۔ معمولی دشمنی پر کسی اچھے انسان کو ستانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

☆ اگر کوئی آسیب کے اثرات سے پریشان ہو تو اس کو چاہئے کہ سورۂ رحمٰن کی اس آیت کو کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے گلے میں ڈالے اور اسی آیت کو گلاب و زعفران سے کسی چینی کی پلیٹ پر لکھ کر پانی سے دھو کر لگاتار ۱۱ دن تک روزانہ لکھے اور روزانہ پئے۔ انشاء اللہ آسیبی اثرات سے نجات ملے گی۔ آیت یہ ہے: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ

اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ.

☆ اگر کسی شخص کو رعشہ کی بیماری ہو تو اس کو چاہئے کہ خاکی رنگ کے کاغذ پر سورۂ رحمٰن کی یہ آیات لکھے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ. اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ. اس کو تعویذ بنا کر مریض کے گلے میں ڈال دیں اور اسی آیت کو سو مرتبہ پڑھ کر ایک بوتل پر دم کر کے مریض کو تین بار دن میں یہ پانی پلائیں صبح دوپہر شام۔ چھ ہفتوں تک اس عمل کو جاری رکھیں۔ ایک بوتل تیار کر کے ایک ہفتے چلائیں۔ اس کے بعد پھر اگلے ہفتے دوسری بوتل اسی طرح تیار کریں۔ انشاء اللہ رعشہ سے نجات ملے گی۔ حضرت امام غزالیؒ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنی قوت و حافظہ بڑھانا چاہتا ہو یا جو قرآن حکیم حفظ کرنا چاہتا ہو لیکن اس کا حافظہ کمزور ہو تو اس کو چاہئے کہ چینی کی پلیٹ پر سورۂ رحمٰن کی یہ آیات لکھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ. خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ. اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ. وَالنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ يَسۡجُدَانِ. اس کے بعد قرآن حکیم کی یہ آیات لکھیں۔ لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ. اس کے بعد یہ لکھیں۔ بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِيۡدٌ فِىۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ. ان آیات کو آب زمزم سے دھو کر پی لیں۔ اس عمل کو لگاتار ۲۱ روز تک کریں۔ اگر زمزم میسر نہ ہو تو سورۂ یٰسین کی تلاوت کر کے ایک بوتل پانی پر دم کر کے رکھ لیں اور اس پانی سے چینی کی پلیٹ دھو کر پیئں۔ سورۂ یٰسین کا پڑھا ہوا پانی سات روز تک چلائیں۔ سات روز کے بعد پھر سورۂ یٰسین پڑھ کر بوتل تیار کریں۔ انتہائی زود اثر عمل ہے۔ ۲۱ روز میں قوت حافظہ کئی گنا بڑھ جائے گی۔ اور حفظ قرآن کی دولت سے سرفراز ہوگا۔

جو بچے کند ذہن ہوں یا جن کا حافظہ کمزور ہو ماں باپ ان کے لئے اس عمل سے فائدہ اٹھائیں۔ انشاء اللہ مایوسی نہیں ہوگی۔

اگلی آیات میں فرمایا گیا: وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. ذَوَاتَاۤ اَفۡنَانٍ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. فِيۡهِمَا عَيۡنٰنِ تَجۡرِيٰنِ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. فِيۡهِمَا مِنۡ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوۡجٰنِ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. مُتَّكِـِٕيۡنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَاۤٮِٕنُهَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ ؕ وَجَنَا الۡجَنَّتَيۡنِ دَانٍ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. فِيۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. كَاَنَّهُنَّ الۡيَاقُوۡتُ وَالۡمَرۡجَانُ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. هَلۡ جَزَاۤءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ.

جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں اور تم اپنے رب کی کس کسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان باغوں میں بہت سی شاخیں ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے بہتے ہوں گے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں طرح طرح کے اور قسم قسم کے میوے ہونگے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے، تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے بستروں پر جن کے استر ریشم کے ہوں گے اور ان کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان باغوں میں عورتیں ہوں گی نیچی نگاہ والی ان سے کسی انسان یا جن نے پہلے کسی طرح کی قربت نہیں کی ہوگی پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے، وہ عورتیں ایسی ہوں گی جیسے یاقوت اور مونگا پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور نیکی کا بدلہ کیا ہے

صرف نیکی، پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ان آیات میں ان حضرات کا بیان ہے جو صحیح معنوں میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اللہ کے جو بندے اپنے رب کے سامنے عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی خطاؤں کا خیال کر کے اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے ہیں ان کے لئے دو جنتوں کا وعدہ ہے۔ یہ دو جنتیں اللہ سے ڈرنے والوں کو حساب وکتاب کے بعد عطا ہوں گی۔ اکابرین نے فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک جنت چاندی کی ہوگی اور ایک جنت سونے کی۔ جو جنت چاندی کی ہوگی اس کے در و دیوار بھی چاندی کے ہوں گے اور اس کے برتن اور دیگر ضروریات کی چیزیں بھی چاندی کی ہوں گی اور جو جنت سونے کی ہوگی اس کے در و دیوار بھی سونے کے ہوں گے اور اس کے برتن وغیرہ بھی خالص سونے کے ہوں گے اور ایک روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ہر پارسا اور نیک بندے کو دو جنتیں چاندی کی ملیں گی اور دو سونے کی۔ اتنی عظیم الشان نعمت کا ذکر کرنے کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے۔

اس دنیا میں جب کوئی انسان اپنا مکان بناتا ہے تو اس میں اپنے آرام کے لئے مختلف چیزوں کا اہتمام کرتا ہے۔ در و دیوار کی پختگی پر دھیان دیتا ہے۔ گھر میں گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے کولر اور ایسی کا نظم رکھتا ہے، موسم سرما میں گرم پانی کے لئے گیزر وغیرہ کا بندوبست کرتا ہے، چھتوں کو بیل بوٹوں سے مزین کرتا ہے، فرش پر ماربل اور سنگ مرمر وغیرہ لگواتا ہے۔ تاکہ مکان خوبصورت بھی محسوس ہو اور آرام دہ بھی۔ ذرا اندازہ کیجئے ایسے مکان کا جس کے در و دیوار گارے مٹی یا سیمنٹ اور ریت کے نہ ہو کر چاندی کے ہوں یا خالص سونے کے ہوں اور جن میں راحت

و آرام کا مکمل اہتمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس مالک کون ومکان کی طرف سے جس نے از خود تمام نعمتوں کو پیدا کیا اور جو جانتا ہے کہ کونسی نعمت کیا فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس کے تیار کردہ مکان کس قدر عالی شان اور کس قدر فائدہ پہنچانے والے اور کس قدر راحت رساں ہوں گے اور ہر مکان سایہ دار، درختوں اور پھل دار پیڑوں کی وجہ سے اچھا خاصا باغ بھی ہوگا۔ اس باغ کے چاروں طرف سونے چاندی کی دیواروں کا احاطہ بھی ہوگا تاکہ کوئی دوسرا شخص اس میں خلل اندازی نہ کر سکے، اتنی عالیشان عمارتیں اور باغات ان لوگوں کو عطا کئے جائیں گے جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے رب کی عبادت بھی کی اور جو اپنی زندگی میں اپنے رب کے عذاب اور غصے سے خوف زدہ بھی رہے اور اللہ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے انہوں نے عمر بھر وہ کام نہیں کئے جو ان کے رب کو پسند نہیں تھے۔ انہوں نے جھوٹ، غیبت، تہمت اور لایعنی باتوں سے خود کو محفوظ رکھا اور جو زنا، شراب نوشی، بدکاری، ظلم وستم، حق تلفی، دل شکنی، جوا، سٹہ، قمار بازی اور دیگر معصیتوں سے دور رہے۔ ایسے لوگ عالیشان بنگلوں میں رہیں گے اور انہیں کئی کئی باغات بطور انعام عطا ہوں گے۔ ان سب انعامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کس کی مجال ہوگی کہ وہ اپنے رب کی عنایات کی تکذیب کر سکے۔

ان باغات میں بہت سے درخت ہوں گے اور ان درختوں کی بے شمار شاخیں ہوں گی۔ ہر طرح کا پھل ان شاخوں پر لدا ہوا ہوگا۔ یہ پھل بظاہر ایک جیسے ہوں گے لیکن ان کی لذتیں اور ان کا مزا ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔ ان پھلوں کے کھانے سے مزا بھی آئے گا اور ان کے استعمال سے جسم کے اندر تقویت بھی پیدا ہوگی۔

جنت کے پھلوں کا ذکر قرآن حکیم میں مختلف انداز سے کیا گیا ہے اور یہ محض اس لئے کیا گیا تاکہ بندوں کو جنت میں جانے کا شوق پیدا ہو اور وہ خود کو جنت کا حق دار

بنانے کے لئے اپنی زندگی میں اپنے رب کی عبادت کریں اور اپنے رب کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کریں۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا: وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ.

ان آیات میں یہ فرمایا گیا کہ اے محمد ﷺ خوش خبری دے دیجئے ان حضرات کو جو ایمان لائے یعنی جنہوں نے حق تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کیا اور جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیا اور جنہوں نے اپنی زندگی میں اچھے افعال اور اچھے اعمال کی مثال قائم کی ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان باغات میں ایسے پھل ہوں گے کہ جو دیکھنے میں ایک جیسے ہوں گے لیکن ان کا مزا اور لذتیں جدا جدا ہوں گی۔ یہ پھل جب اہل جنت کو پیش کیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو ہم نے ابھی کھایا تھا لیکن فرشتوں کے اصرار پر جب یہ اس پھل کو کھائیں گے تو ان کا اندازہ ہوگا کہ یہ کوئی دوسرا پھل ہے جو دیکھنے میں پہلے پھل جیسا ہی ہے لیکن اس کا مزا اور اس کی لذت جداگانہ ہے۔ اور یہ سب اس لئے ہوگا تاکہ بندے اپنے رب کی قدرت اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اندازہ کرلیں کہ ان کا رب کتنا بڑا ہے اور ان کا رب کس قدر کارساز ہے۔ اور اے محمد میرے نیک بندوں کو بتادیجئے کہ جنت میں ایسی عورتیں بھی ہوں گی جو ہر اعتبار سے پاک صاف ہوں گی۔ یہ ظاہری نجاست سے بھی پاک صاف ہوں گی اور یہ عورتیں باطنی نجاست سے بھی محفوظ ہوں گی۔ ظاہری نجاست سے مراد یہ ہے

کہ حیض ونفاس کی گندگی سے پاک ہوں گی اور باطنی خرابیوں سے بھی یہ مطلقاً پاک ہوں گی یعنی یہ اخلاق رذیلہ جیسے جھوٹ، نافرمانی، سرکشی، بے حیائی، بے کرداری، کینہ کپٹ، زبان درازی وغیرہ جیسے اخلاق رذیلہ جو عورتوں میں بالعموم پائے جاتے ہیں یہ ان سے پوری طرح پاک صاف ہوں گی اور اللہ کے نیک بندے ان نعمتوں سے وقتی فائدہ حاصل نہیں کریں گے۔ بلکہ یہ فائدہ ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ جنت میں نہ زوال نعمت ہوگا اور نہ ہی کسی کو موت آئے گی۔ دنیا میں تو یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص مالدار ہونے کے بعد پھر مفلس ہو جاتا ہے اور کوئی شخص اقتدار پانے کے بعد پھر اقتدار سے محروم ہو جاتا ہے۔ دنیا میں بے شمار لوگ عروج وکمال پانے کے بعد زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ یا انہیں موت آجاتی ہے اور پھر وہ اپنی زندگی بھر کا کمایا ہوا سرمایہ دوسروں کے حوالے کر کے پیوند خاک ہو جاتے ہیں لیکن آخرت والی زندگی میں ایسا نہیں ہوگا وہاں کی نعمتیں بھی زوال سے محفوظ رہیں گی اور بندے کو پھر موت بھی نہیں آئے گی وہ ہمیشہ اللہ کی نعمتوں سے استفادہ کرتا رہے گا۔

جنت کے باغوں کی ایک خوبی یہ بھی ہوگی ان میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ عجیب منظر ہوگا، پھلوں سے لدے ہوئے درخت ہوں گے، ہر طرف ہریالی ہوگی اور زمین میں نہریں جاری ہوں گی اور ان نہروں کی بناوٹ اس انداز کی ہوگی جو دلوں کو لبھانے والی ہوگی اور جن پر نظر ڈال کر انسان کو فرحت محسوس ہوگی۔ قرآن حکیم کی تشریح کے مطابق ان دونوں نہروں میں سے ایک کا نام تسنیم اور دوسری کا نام سلسبیل ہے۔ ان دونوں نہروں کا پانی صاف ستھرا ہوگا اور اس میں عجیب طرح کی لذت ہوگی۔ یہ دراصل بغیر نشے کی شراب کی طرح ہوگا کہ اس کو پی کر پیاس بھی بجھے گی اور ایک طرح کا سرور دل ودماغ پر چھا جائے گا جو دنیاوی نشے سے محفوظ ہوگا۔

سورۂ رحمٰن میں فرمایا گیا کہ جنت میں آرام دہ تکیے ہوں گے، سکون بخشنے والے بستر ہوں گے ان بستروں کو ریشم سے تیار کیا جائے گا۔ اہل جنت شاہانہ انداز سے تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھیں گے اور حور و غلمان اہل جنت کی خدمت کے لئے موجود رہیں گے۔ جنت کے درختوں پر جو پھل ہونگے وہ بالکل جھکے ہوئے ہوں گے ان کو حاصل کرنے میں ذرا سی بھی زحمت نہیں ہوگی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی درخت کے کسی پھل کو توڑنے کے لئے کسی بانس وغیرہ کا سہارا لینا پڑے۔ بلکہ پھل خود ہی جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کو توڑنے میں برائے نام بھی محنت نہیں کرنی پڑے گی۔

سورۂ غاشیہ میں فرمایا گیا: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ. فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً. فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ. فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ.

اس روز کچھ چہرے بارونق ہوں گے اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے، عالی مقام جنت میں ہوں گے وہاں کوئی بے ہودہ بات نہیں سنیں گے، جنت میں چشمے رواں ہوں گے، جنت میں اونچی مسندیں ہوں گی، ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤ تکیوں کی قطاریں ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح کی نعمتوں کا ذکر سورۂ رحمٰن میں بھی کیا گیا اور ان نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد رب العالمین ایک بار اپنے مخصوص انداز میں فرماتے ہیں کہ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

سورۂ رحمٰن میں یہ بھی فرمایا گیا کہ جنت میں ایسی عورتیں نیک بندوں کو عطا ہوں گی جو نیچی نگاہ والی ہوں گی جو شرم و حیا سے مالا مال ہوں گی اور جو پوری طرح بدنظری سے محفوظ ہوں گی۔ اس دنیا کی عورتیں تو پردہ نشین ہونے کے باوجود اپنی

نگاہوں کی حفاظت نہیں کر پاتیں اور اپنے خیالات پر بھی مکمل کنٹرول نہیں ہوتا لیکن جنت کی عورتیں بدنظری سے، بے حیائی سے اور خیالات فاسدہ سے پوری طرح محفوظ ہوں گی۔

سورۂ صٓ میں فرمایا گیا: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ اہل جنت کے پاس نگاہوں کی حفاظت کرنے والی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔ یہاں دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ایک خصوصیت یہ کہ جنت کی حوریں اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنے والی ہوں گی۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہم عمر ہوں گی۔ بہت زیادہ کم عمر کی یا بہت زیادہ عمر والی بھی نہیں ہوں گی۔ عمروں کا تفاوت ازدواجی زندگی کے کیف کو پامال کر دیتا ہے۔ اس لئے اہل جنت کو ایسی عورتیں عطا کی جائیں گی جو ہم عمر ہوں گی، نہ وہ کم سن ہوں گی نہ بوڑھی۔ ان حوروں کی خصوصیات قرآن حکیم میں ایک اور جگہ یہ بیان کی گئیں وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ. ان کے لئے حور عین ہوں گی یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی اور اس درجہ پاک صاف جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی پاک صاف ہوتا ہے اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ یہ عورتیں چھپے ہوئے انڈے کی مانند صاف ستھری ہوں گی۔ جس طرح انڈے میں زردی پوشیدہ ہوتی ہے اور گرد و غبار سے بالکل صاف ہوتی ہے اسی طرح بدکرداری کے گرد و غبار سے جنت کی عورتیں پاک صاف ہوں گی۔

سورۂ واقعہ میں جنت کی عورتوں کی خصوصیات اس طرح بیان کی گئی ہیں۔

إِنَّا أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَاءً. فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا. عُرُبًا أَتْرَابًا. لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ.

ہم نے انہیں خاص طور سے بنایا ہے وہ کنواری اور ہم عمر ہیں اور اصحاب یمین کے

لئے ہیں۔

اس آیت میں ہم عمر ہونے کے ساتھ ساتھ کنواری ہونے کی خصوصیت کا اضافہ بھی کیا گیا۔ یعنی جنت کی عورتیں ہم عمر تو ہوں گی ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوگی کہ وہ کنواری ہوں گی۔ اس سے پہلے انہیں کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا اور ان کا بانکپن ہر اعتبار سے پوری طرح محفوظ ہوگا۔ چونکہ اس دنیا میں عام طور پر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں صرف ان کی ہوں خیالات کے اعتبار سے اور جسمانی اعتبار سے وہ پوری طرح پاک صاف ہوں، اپنے بندوں کی اس سوچ وفکر کا لحاظ کرتے ہوئے رب العالمین نے جنت کی حوروں کو خاص طور سے بنایا ہے اور خاص طور سے ان کی حفاظت اپنے بندوں کے لئے کی ہے جو رب کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے۔

سورۂ رحمٰن میں یہ بھی فرمایا گیا کہ جنت کی عورتوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوگی، انہیں اس سے پہلے کسی انسان نے یا کسی جن نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہوگا۔ اس دنیا میں عورتوں کے ساتھ بدکرداری انسان بھی کرتے ہیں اور جنات بھی، اکثر عورتوں کو جنات استعمال کرتے ہیں اور ان کی آبرو پامال کر دیتے ہیں۔ اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں عورت پر آسیبی اثرات ہیں اور فلاں عورت کے ساتھ جن اس کے شوہر کی صورت میں آکر صحبت کرتا ہے۔ لیکن جنت کی عورتیں نہ صرف یہ کہ انسانوں کی کارستانیوں سے محفوظ ہوں گی بلکہ جنات کی حرکات سے بھی انہیں محفوظ رکھا جائے گا۔ وہ ہر اعتبار سے پاک صاف ہوں گی اور ان میں کردار اور اخلاق کے اعتبار سے کسی بھی طرح کی کوئی خرابی نہیں ہوگی۔

ان عورتوں کی خصوصیات یہ بھی ہوں گی کہ یہ دیکھنے میں یاقوت اور مرجان کی

طرح ہوں گی۔ جس طرح دیکھنے میں یاقوت اور مونگا خوبصورت ہوتے ہیں اور ان میں افادیت بھی ہوتی ہے، جنت کی عورتیں بھی اسی طرح ہوں گی یہ دیکھنے میں یاقوت و مونگا کی طرح سرخ سفید ہوں گی اور باطنی طور پر بھی یہ اپنی محبت وخدمت سے اہل جنت کو فائدہ پہنچانے والی ہوں گی۔

سورۂ رحمٰن میں اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہے جب ہمارے بندوں نے دنیا بھر میں رہ کر نیکیاں کیں، ہمارے احکامات کی تعمیل کی، ہمارے انبیاء کی اطاعت کی اور ہمارے بندوں کے ساتھ احسان اور حسن اخلاق کا معاملہ کیا تو اس کا بدلہ بھی ہم ایسا ہی دیں گے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان، نیکی کا بدلہ حسن سلوک اور تعمیل حکم کی جزا انعام واکرام ہے۔ ان خوش خبریوں کے بعد حق تعالیٰ پھر اپنے مخصوص انداز میں دل اور روح کو لبھانے والے انداز میں فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

سورۂ رحمٰن کی ان آیات میں ان نعمتوں کا بھی ذکر ہے جو بندوں کو اس دنیا میں عطا ہوتی ہیں اور ان نعمتوں کا بھی ذکر ہے جو بندوں کو آخرت میں عطا ہوں گی اور ان سب نعمتوں کے ذکر کے بعد رب العالمین نے اپنے بندوں سے بار بار یہ سوال کیا ہے کہ تم ہماری کس کس نعمت کی تکذیب کروگے اور تم کس کس انعام اور کس کس عطا کی ناقدری کروگے؟

جنت کی حوروں کی یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دے کر حق تعالیٰ نے پتھروں کی موزونیت اور ان کی افادیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس جگہ جنت کی حوروں کی صرف خوبصورتی مراد نہیں لی گئی ہے اگر صرف خوبصورتی کی طرف اشارہ کرنا ہوتا تو یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ خوبصورتی کو ظاہر کرنے کے

لئے ان چیزوں سے تشبیہ دی جاتی جو دیکھنے میں خوبصورت اور پرکشش ہوتی ہیں۔ جب کہ یاقوت اور مرجان دیکھنے میں بہت زیادہ خوبصورت نہیں ہوتے۔ البتہ ان کی افادیت دوسری بہت سی خوبصورت چیزوں سے زیادہ اہم ہے۔

قرآن حکیم ایک اصولی کتاب ہے۔ اس کتاب میں بعض چیزوں کی طرف صرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن قرآن حکیم کے بعض اشاروں سے چیزوں کی حقیقت اور ان کی افادیت واضح ہوتی ہے اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کائنات کی ہر شئے اپنی جگہ اہم بھی ہے اور مفید بھی۔

سورۂ رحمٰن میں یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دے کر حق تعالیٰ نے پتھروں کی افادیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہم نے اس کائنات میں بے شمار ایسے نگینے بھی پیدا کئے ہیں جو دیکھنے میں خوبصورت ہیں اور جن کے استعمال کرنے سے ہمارے بندوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔

ماہرین حجرات نے پتھروں کی افادیت پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ پتھروں میں باذن اللہ افادیت موجود ہے اور مختلف پتھر حق تعالیٰ کے حکم سے مختلف فائدے اللہ کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔

قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ہم چند پتھروں کی چند خصوصیات اور ان کے فوائد پر مختصر گفتگو کریں گے تاکہ پڑھنے والوں کو یہ اندازہ ہو سکے کہ رب دوجہاں نے اپنے بندوں کے لئے کیسی کیسی مفید اور عنقا چیزیں پیدا کی ہیں۔ ہم اس کی کس کس نعمت کو جھٹلا سکتے ہیں؟

☆ الماس کو اگر ولادت کے وقت عورت کے گلے میں لٹکا دیں تو دردِ زہ میں کمی واقع ہو سکتی ہے اور بچہ آسانی سے پیدا ہو سکتا ہے۔

☆ الماس کی انگوٹھی دل کو تقویت پہنچاتی ہے۔

☆ الماس بینائی میں اضافہ کرتا ہے، بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے، مصروف ترین زندگی گزارنے والوں کے لئے الماس انتہائی مفید ہے، یہ ذہنی سکون عطا کرتا ہے اور باذن اللہ روح اور قلب پر نشاط طاری رکھتا ہے، الماس کے استعمال سے انسان موذی جانوروں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور ان پر بجلی اثر انداز نہیں ہوتی، الماس سستی اور کاہلی کو بھی دفع کرتا ہے اور انسان کی قوت ارادی میں اضافہ کرتا ہے۔

☆ پکھراج غم وغصہ کو دور کرتا ہے۔ عزت ووقار میں اضافہ کرتا ہے، مذہبی عقائد میں پختگی پیدا کرتا ہے، پکھراج کے استعمال سے جادو ٹونے سے حفاظت ہوتی ہے، جن خواتین کو لیکوریا کا مرض ہو یا جن خواتین کے مثانے میں پتھری ہو ان خواتین کے لئے پکھراج حد سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے اور مذکورہ بیماریوں سے نجات دلاتا ہے، پکھراج پہننے سے انسان کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اور اس کے خیالات میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

☆ زرقون لکنت کو دور کرتا ہے، لقوے اور فالج کو دفع کرتا ہے، زرقون سوزاک اور آتشک جیسی اذیت ناک بیماریوں سے نجات دلاتا ہے، زرقون خواتین کو سیلان الرحم جیسی بیماریوں سے بچاتا ہے، زرقون ازدواجی زندگی میں خوشگواری پیدا کرتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان محبت کے جذبات اُبھارتا ہے۔

☆ قدیم اطباء کی رائے یہ ہے کہ اگر ''پنا'' کو کسی مٹی کے برتن میں ڈال کر اس میں پانی بھر دیں اور اس برتن کو تین راتوں تک کھلے آسمان کے نیچے رکھیں تو یہ پانی ''آب شفا'' بن جاتا ہے اور یہ پانی ہر طرح کے امراض میں باذن اللہ موثر ثابت

ہوتا ہے، یہ پانی مردوں میں استقلال پیدا کرتا ہے، ریاحی امراض سے خاص طور پر بچاتا ہے، روح کو تقویت پہنچاتا ہے اور نبض کی رفتار کو درست رکھتا ہے۔ اس پانی کو اگر زخموں پر چھڑکیں تو زخم مندمل ہو جاتے ہیں، یہ پانی ہر طرح کے زہریلے اثرات سے بھی نجات دلاتا ہے۔ اگر پنا عورت پہنے تو اس کو ہمیشہ اپنے شوہر کی توجہ حاصل رہے اگر بوقت ولادت پنا کو عورت کی بائیں ران پر باندھ دیں تو بچہ آسانی سے پیدا ہو جائے پنے کی انگوٹھی مال و دولت میں اضافہ کا سبب بھی بنتی ہے۔

☆ لہسنیا ہر طرح کے اثرات سے بچاتا ہے جو بچہ حد سے زیادہ روتا ہو اس کے گلے میں لہسنیا ڈال دیں تو بچے کا رونا موقوف ہو جاتا ہے۔ لہسنیا کی انگوٹھی مقاصد حسنہ میں کامیابی سے ہمکنار کراتی ہے۔

☆ موتی کے بارے میں ارسطو نے کہا تھا کہ اس کے استعمال سے شادیاں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

☆ موتی انسان کے مزاج میں اعتدال اور پارسائی پیدا کرتا ہے، موتی امراض معدہ، امراض قلب، امراض دماغ اور امراض جگر کو دفع کرتا ہے۔

☆ باریک موتیوں کو اگر خمیرے میں ملا کر کھائیں تو جسم کی کمزوری دور ہوتی ہے۔

☆ موتی جگر اور معدے کو تقویت پہنچاتا ہے، خونی پیچش کو دفع کرتا ہے۔ موتی منہ کی بدبو کو ختم کرتا ہے، حیض کی کمی کو دور کرتا ہے۔

☆ موتی بواسیر اور یرقان سے نجات دلاتا ہے۔

☆ موتی جنون اور پاگل پن سے نجات دلاتا ہے۔

☆ موتی کے استعمال سے چہرے کی رنگت نکھرتی ہے۔

☆ اگر مرجان کو بچوں کے گلے میں ڈال دیں تو بچے آسیبی اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

☆ اگر مرجان کو بوتل میں ڈال کر بوتل میں پانی بھر لیں اور اس بوتل کو ایک گھنٹے دھوپ میں رکھ کر محفوظ کر لیں تو یہ پانی کھانسی کو دفع کرنے میں تیر بہدف ثابت ہو۔

☆ مرجان کی انگوٹھی تنگ دستی کو دفع کرتی ہے، مرگی سے نجات دلاتی ہے۔

☆ اگر مرجان کو پیٹ پر باندھ لیا جائے تو پیٹ کی تمام بیماریاں ختم ہو جائیں۔

☆ مرجان (مونگا) سفلی عملیات سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ نیلم ماہواری کی بے قاعدگی کو ختم کرتا ہے۔

☆ نیلم انسان میں تحمل اور بردباری پیدا کرتا ہے۔

☆ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ گئی ہو تو اس کی پیشانی پر نیلم کو رگڑ دیا جائے تو نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

☆ یاقوت کی انگوٹھی امراض قلب اور امراض دماغ سے نجات دلاتی ہے۔

☆ یاقوت کی انگوٹھی درد گھیا سے بھی نجات دلاتی ہے۔

☆ اگر اس پتھر کو بچے کے گلے میں ڈال دیا جائے تو ام الصبیان سے حفاظت ہوتی ہے۔

☆ یاقوت اسقاط حمل سے بچاتا ہے۔

☆ یاقوت درد و غم سے بھی نجات دلاتا ہے۔ یہ انسان کے اندر صبر و ضبط کی

صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

☆ یاقوت کے پہننے سے دشمن مغلوب رہتے ہیں۔

☆ اوپل معدہ کے نظام کو درست رکھتا ہے۔

☆ اوپل کے پہننے سے خوش مزاجی پیدا ہوتی ہے۔

☆ امیتھسٹ طبیعت کے اندر صفائی پیدا کرتا ہے، خیالات میں پاکیزگی لاتا ہے۔

☆ ترمری پاگل پن اور مالیخولیا جیسے امراض سے نجات دلاتا ہے۔

☆ ترمری خرابیٔ خون سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

☆ گارنیٹ سے نفس کشی کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، یہ پتھر انسان کے اندر روحانیت پیدا کرتا ہے۔

☆ گارنیٹ کے استعمال سے افلاس ختم ہوتا ہے اور گھر میں خیر و برکت پیدا ہوتی ہے۔

☆ گارنیٹ احساس کمتری سے نجات دلاتا ہے، گارنیٹ حادثوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ سن اسٹون نامردی کو ختم کرتا ہے، سستی کو دور کرتا ہے، اس کے پہننے سے تسخیر خلائق کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

☆ مون اسٹون طبیعت میں اعتدال پیدا کرتا ہے، قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے، بینائی بڑھاتا ہے۔

☆ سنگ سلیمانی جنات سے محفوظ رکھتا ہے، رعشے کی بیماری سے نجات دلاتا

ہے۔

یہ چند پتھروں کی چند خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے، مزید تفصیل درکار ہو تو راقم الحروف کی تصنیف پتھروں کی خصوصیات کا مطالعہ کریں۔

ان چند پتھروں کے ذکر سے قارئین کو یہ اندازہ بخوبی ہوگیا ہوگا کہ رب العالمین نے انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم الشان نعمتیں پیدا کی ہیں اور کس کس طرح اپنے بندوں کو فائدہ پہنچانے کی اسکیمیں مرتب کی ہیں۔ ہم ان کی کس کس نعمت اور کس کس عنایت کی تکذیب کر سکتے ہیں اور قربان جایئے ان کی شان رحمت کے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَان نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں رب العالمین نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب میرے بندے نیکی کرتے ہیں اور ہماری اطاعت بجالاتے ہیں تو پھر ہماری بھی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم نیکی کا بدلہ انہیں نیکی سے دیں اور ان عبادات کا صلہ اس انداز سے پیش کریں کہ وہ خوش ہو جائیں اور انہیں خود یہ اندازہ ہو جائے کہ ہم نے ان کی نیکیوں کی قدر کی اور انہیں بہتر جزا سے نوازا اگر دیکھا جائے تو یہ بھی رب العالمین کی ایک نعمت ہے۔ جس دنیا میں لوگ نیکیوں کی ناقدری کرتے ہوں، بھلائی کے جواب میں برائی کرتے ہوں، احسان کے بدلے میں ستم ڈھاتے ہوں، محبت کے بدلے نفرت سے دیتے ہوں، اس دنیا میں اگر کوئی بھی ذات نیکی کے بدلے میں نیکی عطا کرے اور محبت کے بدلے میں محبت اور چاہت بخشے تو یہ بھی ایک طرح کا کرم اور ایک طرح کا انعام ہے اور کوئی بھی بندہ اس کرم اور اس انعام کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے؟

اس کے بعد فرمایا: وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ. فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ.

مُدۡهَآمَّتٰنِ ۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

فرمایا کہ ان باغات کے علاوہ جن کا اوپر ذکر کیا گیا تھا اور بھی دو چھوٹے باغیچے ہوں گے اور وہ ہرے بھرے ہوں گے۔

اس دنیا میں باغات پر کچھ دن ایسے بھی گزرتے ہیں جب درختوں کے پتے سوکھ جاتے ہیں، زرد پڑ جاتے ہیں اور جھڑ جاتے ہیں۔ یہ زمانہ پت جھڑ اور خزاں کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں باغات کا رنگ روپ ماند پڑ جاتا ہے اور ہریالی کی جگہ زردی پیدا ہو جاتی ہے، پت جھڑ کے اس موسم میں باغات کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے نہ تو پھول رہتے ہیں نہ پھل اور نہ پتوں پر ہریالی باقی رہتی ہے لیکن سورۂ رحمٰن میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جنت کے باغیچے کبھی خزاں آلود نہیں ہوں گے۔ وہاں پت جھڑ کا موسم کبھی نہیں آئے گا وہاں ہمیشہ ہریالی رہے گی اور وہاں کے درختوں پر پھل اور پھول کھلتے رہیں گے وہاں ہر دم بہار کا موسم رہے گا اور باغیچوں کی شگفتگی اور شادابی کبھی خزاں آلود نہیں ہوگی۔ اس بات کو بیان کرنے کے بعد پھر رب العالمین نے اپنے خاص انداز میں فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

سورۂ رحمٰن میں حق تعالیٰ نے ایک نعمت بول کر اس کے ضمن میں ہزاروں حقیقتوں اور نعمتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور دونوں جہاں کی نعمتوں کی طرف اشارہ کر کے پھر یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نشانی کس کس حقیقت اور کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟

حق تو یہ ہے کہ انسان کتنا بھی احسان فراموش ہو اور کتنا بھی ناقدرا ہو وہ اپنے رب کے ان انعامات اور ان احسانات کو نظر انداز نہیں کر سکتا جو اس کے ارد گرد

بکھرے ہوئے ہیں جو مرنے کے بعد اسے جنت میں عطا ہونے والے ہیں۔

سورۂ رحمٰن ہمیں اپنے رب کے انعامات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ بے شک ہمارے رب نے اس دنیا میں جو کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ عبث اور بے فائدہ نہیں ہے، انسان کی عقل محدود ہے اور اس محدود عقل سے حق تعالیٰ کے لامحدود انعامات اور لامحدود حقائق کا نہ اندازہ کر سکتے ہیں نہ ادراک۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے القول الجمیل فی شفاء العلیل میں فرمایا ہے کہ سورۂ رحمٰن کی مندرجہ ذیل آیات جادو کے اثرات کو زائل کرتی ہیں۔ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد بحالت وضو تین تین مرتبہ ان آیات کو پڑھ کر سحر زدہ پر دم کریں اور ان ہی آیات کو ۲۱ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو یہ پانی دن میں تین بار پلائیں صبح شام اور رات کو سونے سے قبل، انشاء اللہ مریض کو سحر سے نجات ملے گی۔ آیات یہ ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم. یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْاط لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ. یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ.

ان ہی آیات کو اگر کوئی شخص سفر پر جانے سے پہلے ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لے گا تو دوران سفر ہر طرح کی آفات اور حادثات سے محفوظ رہے گا۔

دودھ کی کمی کا ازالہ

اگر کسی زچہ کو دودھ کی کمی کی شکایت ہو تو خمیری روٹی پکا کر اس پر گلاب و زعفران سے یہ آیت لکھیں اور عورت کو کھلا دیں۔ انشاء اللہ دودھ کی کمی دور ہو جائے

گی۔اس عمل کو لگاتار سات روز تک کرنا ہے۔آیت یہ ہے: بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ. فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ.

حاکم کو مہربان کرنے کے لئے

اگر کوئی شخص اپنے افسر اور حاکم کی نظروں سے گر گیا ہو اور چاہتا ہو کہ حاکم کی غلط فہمی دور ہو جائے اور وہ پھر اس کی نظروں میں محترم اور معتبر ہو جائے تو اس کو چاہئے سورۂ رحمٰن ایک مرتبہ تلاوت کر کے اول وآخیر درود شریف کے ساتھ اپنے اوپر دم کرے پھر حاکم سے ملاقات کے لئے جائے اور راستے میں کسی سے بات نہ کرے اور بہ کثرت یہ آیت پڑھتا رہے۔یَاذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام. انشاء اللہ جس وقت حاکم کے روبرو جائے گا وہ ایک دم مہربان ہو جائے گا اور پھر مہربان ہی رہے گا۔

آسیب کا علاج

مندرجہ ذیل آیات کے ذریعہ آسیب زدہ کا علاج کیا جاسکتا ہے، آسیب حاضر ہوگا اور عامل سے قول وقرار کرنے پر مجبور ہوگا لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ عامل سورۂ رحمٰن کی ان آیات کی زکوٰۃ ادا کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان آیات کو تین سو مرتبہ روزانہ پڑھے۔اول وآخیر اکیس اکیس مرتبہ درود شریف پڑھے۔۴۰ دن میں زکوٰۃ ادا ہوگی۔دوران چلہ ہر طرح کے گوشت، مچھلی، پیاز، لہسن اور انڈے سے پرہیز رکھیں۔زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد جب کسی آسیب زدہ مریض پر آسیب کو حاضر کرنا ہو تو ان ہی آیات کو ۲۱ مرتبہ پڑھ کر اول وآخیر ایک ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر مریض پر دم کردے۔اسی وقت آسیب حاضر ہوگا اور بتائے گا کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں اور فلاں علاقے سے آیا ہوں یا فلاں نے مجھے اس پر مسلط کیا ہے۔اس

وقت عامل اس آسیب سے جو کہے گا وہ اس حکم کو بجالائے گا اور آئندہ کیلئے مریض کو نہ ستانے کا عہد کرے گا۔حاضر کرنے کے لئے ان آیات کو ۲۱ مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم بھی کرسکتے ہیں اور کسی خوشبو یا پھول پر دم کر کے مریض کو سنگھا بھی سکتے ہیں۔قول وقرار کے بعد جب عامل واپس ہونے کی اجازت دے گا تب ہی آسیب واپس جائے گا۔عامل کی اجازت کے بغیر وہ واپس نہیں ہو سکے گا انشاء اللہ۔

مباحثہ میں کامیابی کے لئے

جو کوئی شخص کسی اچھے اور نیک مقصد میں مباحثہ میں حصہ لینا چاہتا ہو تو اس کو چاہئے کہ جس دن مباحثہ میں شرکت کرنی ہو اس دن نماز فجر کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ رحمٰن اس طرح پڑھے کہ اول وآخیر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے مقصد میں کامیابی کی دعا کرے جس وقت مباحثہ کے لئے گھر سے روانہ ہو تو راستے میں بلا تعداد یاذو الجلال والاکرام پڑھتا رہے۔انشاء اللہ مباحثہ میں کامیابی ملے گی اور دوران مباحثہ جو بھی دیکھے گا وہ عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے گا۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہی عمل کسی بھی تقریر کی کامیابی کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا: فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ. فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ. فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ. فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ.

ان باغوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ان باغوں میں کھجوریں ہوں گی، میوے ہوں گے اور انار

ہوں گے پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

قرآن حکیم میں جنت کی نہروں کا جہاں جہاں ذکر ہے وہاں لفظ "تجریان" استعمال ہوا ہے یعنی ایسی نہریں ہوں گی جو مسلسل بہہ رہی ہوں گی۔ جو پانی ٹھہرا ہوا ہوتا ہے جیسے تالابوں کا پانی اس کے سڑنے اور خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے لیکن جو پانی مسلسل بہتا رہتا ہے جیسے نہروں اور ندیوں کا پانی تو اس کے خراب ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔ جنت میں جو نہریں ہوں گی ان کا پانی ٹھہرا ہوا نہیں ہوگا بلکہ وہ مستقل بہتا رہے گا۔ سورۂ رحمٰن میں جنت کی نہروں کا ذکر کرتے ہوئے لفظ "نضاختن" کا استعمال کیا گیا ہے یعنی ایسا پانی جو زمین سے اُبل رہا ہوگا اور جوش مار رہا ہوگا۔ آپ سمندر کے کنارے پر جا کر دیکھیں کہ پانی کس طرح جوش مارتا ہے اور اس کی لہریں کس طرح کنارے پر آ کر ٹکراتی ہیں۔ جنت کی نہروں کی خوبی یہ ہوگی کہ ان کا پانی جوش بھی مار رہا ہوگا اور ایسا محسوس ہو رہا ہوگا جیسے زمین کا سینہ چیر کر اُبل رہا ہے۔ عجیب منظر ہوگا جس کو دیکھ کر اہل جنت مسرور ہونگے۔ اس منظر کا نقشہ کھینچنے کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو تم میری کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے۔ میں نے دنیا میں بھی تمہیں ٹھنڈے پانی سے تازہ پانی سے اور آنکھوں کو خوشنما نظر آنے والے پانیوں سے مستفیض کیا ہے اور جنت میں بھی میں تمہیں ایسے پانی سے بہرہ ور رکھوں گا جو پینے میں میٹھا اور ٹھنڈا ہوگا اور دیکھنے میں دلفریب اور دلکش۔ تم دنیا اور آخرت کی کس کس نعمت کی تکذیب کر سکو گے؟

فرمایا، جنت میں مختلف میوے ہوں گے، کھجوریں ہوں گی اور انار ہوں گے۔ یہاں خاص طور سے کھجور اور انار کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ان دونوں پھلوں کی افادیت حد سے زیادہ ہے۔ اور انسانی صحت کے لئے یہ دونوں پھل انتہائی مفید اور

مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔

کھجور دل کے لئے مفید ہے اور دل کی تمام بیماریوں کو دفع کرتی ہے جو لوگ پابندی سے کھجور کھاتے ہیں ان کی قوت باہ کبھی متاثر نہیں ہوتی۔ کھجور ہی سے چھوارہ بنتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوارے کو رات کو دودھ میں بھگو کر صبح کو کھانے کی ترغیب دیا کرتے تھے بعد کے اطباء نے یہ کہا ہے کہ مردانگی کو برقرار رکھنے کے لئے اس سے بہتر کوئی اور نسخہ موجود نہیں ہے۔

کھجور پیٹ کے امراض میں بھی مفید ہے یہ تبخیر کو بھی دفع کرتی ہے، نیز گیس کے مرض کو بھی کنٹرول میں لاتی ہے۔ اطباء نے کہا ہے کہ کھجور انسانی بدن کو اعتدال پر لاتی ہے اور اس کا استعمال انسانی صحت کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ چونکہ کھجور کئی اعتبار سے مفید ہے اور کھانے میں لذیذ بھی ہے اسلئے حق تعالیٰ نے اہل جنت کو جو باغات دینے کا وعدہ کیا ہے اس میں بطور خاص کھجور کے درخت بھی لگوائے ہیں تا کہ اہل جنت اس پھل سے استفادہ بھی کر سکیں۔ اور اس کو کھا کر لذت بھی محسوس کر سکیں۔ یوں رب العالمین کے پیدا کردہ ہر پھل میں کچھ نہ کچھ مزا اور کچھ نہ کچھ افادیت ہوتی ہے لیکن کھجور کا معاملہ ہی دگرگوں ہے۔ اہل عرب کھجور کا بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اس لئے نسبتاً وہ تندرست نظر آتے ہیں اور ان کی مردانگی اور رجولیت بھی نسبتاً قوی ہوتی ہے۔ اگر کھجور خاص نعمت نہ ہوتی تو جنت کی نعمتوں میں اس کا شمار نہ ہوتا۔

کھجور کے ساتھ ساتھ سورۂ رحمٰن میں انار کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انار بھی لذت اور افادیت سے خالی نہیں ہے اس لئے اس کو بھی اہل جنت کے لئے پیدا کیا جائے گا۔

سورۂ انعام میں فرمایا گیا۔ اور جنت میں باغات ہوں گے جن میں انگور، زیتون اور انار ہوں گے۔ ان میں سے کچھ پھل ایسے ہوں گے جن کی شکلیں آپس میں ملتی جلتی ہوں گی اور کچھ ایسے ہوں گے جو اپنی شکل اور ذائقہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔

زیتون اور انگور کی افادیت بھی منظم ہے۔ اس لئے اس کو بھی اہل جنت کو عطا کیا جائے گا۔ توریت میں بھی انار کو جنتی پھل بتایا گیا ہے۔ انار کی افادیت طے شدہ ہے۔ انار میں ذائقہ بھی ہوتا ہے اور افادیت بھی۔ جدید تحقیقات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ انار میں کئی کیمیائی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ انار میں لحمیات، نشاستہ، چکنائی، حیاتین، فولاد، کیلوریز، سوڈیم، پوٹاشیم، میگنشیم کاپر فاسفورس، سلفو کلورائڈ، کیلشیم وغیرہ مناسب مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔ ان سب اجزاء کی موجودگی نے انار کو غذائی اور دوائی دونوں اعتبار سے بہترین پھل بنا دیا ہے۔

میٹھا انار حلق اور سینے کی سوزش کے لئے مفید ہے اور پھیپھڑوں کا ورم اُتارنے میں اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ انار پرانی کھانسی کے لئے کارآمد ہے، اس کا عرق پیٹ کو نرم کرتا ہے، یہ جسم کو اضافی غذائیت اور توانائی مہیا کرتا ہے اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ فوراً ہی جزوِ بدن بن جاتا ہے۔ اور پیٹ میں ورم پیدا کرنے والے مادے کو ختم کرتا ہے۔ انار معدہ کی سوزش کو دور کرتا ہے۔ انار پیشاب آور ہوتا ہے۔ یہ صفرا کو تسکین دیتا ہے جگر کی حدت کو ختم کرتا ہے۔ جسم کے تمام اعضاء کو یہ یکساں قوت دیتا ہے۔ مشہور ہے یہ بات کہ جس نے انار کھائے وہ ایک سال تک آنکھوں کی سوزش سے محفوظ رہے گا۔ جن لوگوں کا رنگ زرد ہو جاتا ہے یا معدے کی خرابی کی وجہ سے جن لوگوں کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں انہیں انار کا استعمال کرنا چاہئے۔

خونی بواسیر کو رفع کرنے میں انار تریاق کا کام کرتا ہے۔ انار کے پتوں کا پانی ناک میں ڈالنے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ انار حق تعالیٰ کا پیدا کردہ ایک اہم پھل ہے اور اس کی اہمیت محض اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ جنت کے پھلوں میں سے ایک ہے اور اس کو جنت میں قائم رکھنے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں ذائقہ بھی ہے اور افادیت بھی ہے۔ میوے، کھجور اور انار کا ذکر کرنے کے بعد رب العالمین نے ایک بار پھر اس بات کو دہرایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اس کے بعد فرمایا: فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ. حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ. فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ. لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ. فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ.

جنت کی عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جنت میں خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی وہ عورتیں گوری رنگت والی اور خیموں میں محفوظ ہوں گی، جنتی لوگوں سے پہلے ان عورتوں کو نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں جنت کی حوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت کو بطور خاص وہ حوریں عطا کی جائیں گی جن کی خوبصورتی بھی بے مثال ہوگی اور جن کی سیرت بھی لاجواب ہوگی۔ اس دنیا کی بعض عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں لیکن ان کے عادات واخلاق بہت خراب ہوتے ہیں اور ان کا باطن مسخ ہوتا ہے۔ ایسی عورتیں خوبصورت ہونے کے باوجود اپنے خاوند کے لئے جہنم بنی رہتی ہیں اور اس کے لئے وجہ بدسکونی ثابت ہوتی ہیں۔ اور بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان کو حسن وجمال کی دولت بھی میسر ہوتی ہے اور ان کے اخلاق بھی بے مثال ہوتے ہیں لیکن ان کا کردار اچھا نہیں ہوتا اور وہ دوسرے لوگوں سے بھی

اپنے ناجائز تعلقات بنائے رکھتی ہیں اور بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان کا کردار مضبوط ہوتا ہے لیکن وہ خواہ مخواہ بھی کسی کی ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں اور اپنی حفاظت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے انہیں غلط کار لوگوں کا نوالہ بننا پڑتا ہے۔ جنت کی حوروں کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ جنت کی حوریں جو اہل جنت کو بطور انعام عطا ہوں گی ان کی ایک خوبی تو یہ ہوگی کہ ان کا حسن و جمال دنیا کی عورتوں سے کہیں زیادہ ہوگا۔ دوسری خوبی ان میں یہ ہوگی کہ ان کی سیرتیں بھی ان کی صورتوں کی طرح قابل تعریف ہوں گی اور ان کی نیت اور ان کے خیالات میں وہ خرابیاں نہیں ہوں گی جو دنیادار عورتوں میں ہوا کرتی ہیں اور جن خرابیوں کی وجہ سے شوہر کا اور اہل خانہ کا ناک میں دم رہتا ہے تیسری خوبی یہ ہے کہ ان کا کردار آئینہ کی طرح پاک صاف ہوگا انہیں اس سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ یعنی جس طرح اس دنیا میں بعض عورتوں پر جنات چڑھ جاتے ہیں اور ان کے جسم کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ جنت کی عورتیں اس طرح کے کھلواڑ سے محفوظ رہیں گی۔ چوتھی خوبی ان عورتوں میں یہ ہوگی کہ مضبوط قلعوں کے اندر اور قابل اعتبار خیموں کے اندر محفوظ ہوں گی اتنی ساری خوبیوں کی حوریں ان لوگوں کو عطا ہوں گی جو اس دنیا میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے اور زندگی کے تمام معاملات میں اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ ان نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد رب العالمین نے پھر یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کروگے؟

اس کے بعد فرمایا: مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ.

اور اہل جنت بہت ہی خوشنما اور آرام دہ بستروں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ بڑا بابرکت ہے تمہارا رب جو بہت ہی عظمت والا اور احسان کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اہل جنت کا نقشہ اس انداز میں کھینچا گیا ہے کہ جیسے کسی بادشاہ کی نشست ہوتی ہے اور وہ آرام دہ گدوں پر، گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے اور شاہانہ کروفر کے ساتھ لوگوں سے بات چیت کرتا ہے۔ بادشاہوں کو بھی کچھ نہ کچھ فکر ہوتی ہے اگر بادشاہ عادل ہے تو اس کو رعایا کے غم اور دُکھ پریشان رکھتے ہیں اور عام بادشاہوں کو اپنے عہدہ و منصب اور اپنے ذاتی معاملات کی فکر لگی رہتی ہے لیکن اہل جنت کا حال یہ ہوگا کہ انہیں کوئی غم ہوگا نہ کوئی چنتا۔ وہ انتہائی راحت و آرام کے ساتھ اپنی مسند پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے اور حور و غلمان ان کی خدمت کے لئے حاضر باش رہیں گے کس قدر انعامات ہیں جو اللہ نے اس دنیا میں بھی اپنے بندوں کو عطا کئے ہیں اور جب اس کے بندے جنت میں داخل ہو جائیں گے تب بھی اس کے انعامات کی بارشیں بندوں پر ہوتی رہیں گی۔ ان انعامات کی ناقدری اور تکذیب وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے سینوں میں دل نہیں پتھر ہوں اور جن کے سروں میں عقل نہیں گوبر بھرا ہوا ہو۔ اللہ کے وہ بندے جن میں ذرا سی بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مالک کون و مکاں نے یہ انعامات اس لئے عطا کئے ہیں کہ ہم اپنے رب کے فضل و کرم کو محسوس کریں اس کی عظمت و بڑائی کا اعتراف کریں اور اس کے سامنے اپنا سرِ نیاز خم کریں۔ اس نے ہماری ضرورت کے لئے ہزاروں لاکھوں اشیاء پیدا کی ہیں۔ ہوا، پانی، آگ، روٹی کپڑا مکان، فرشتے، چاند ستارے، دودھ اور گوشت مہیا کرنے والے جانور، دلوں کو سکون بخشنے والے بیوی بچے ہماری آنکھوں کو

کیف عطا کرنے والے خوشنما مناظر، کھیل کھلونے، گل بوٹے، سفر کے لئے جہاز اور ریل گاڑیاں وغیرہ ہم اس دنیا میں جس طرف بھی اپنی نگاہ اٹھاتے ہیں اس طرف اللہ کے انعامات دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ہم صرف اپنے وجود ہی پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ کتنی ہی قیمتی نعمتیں ہمارے اپنے اندر بھی موجود ہیں۔ غور وفکر کے لئے اس نے دماغ عطا کیا، محسوس کرنے کے لئے قلب دیا، دیکھنے کے لئے آنکھیں بخشیں، سونگھنے کے لئے ناک دی، سننے کے لئے کان ہبہ کئے، کام کرنے کے لئے ہاتھ دیئے، چلنے کے لئے ٹانگیں دیں۔ ان میں سے کونسی ایسی نعمت ہے جس کی ہم تکذیب کرسکیں اور اگر ہمیں ان نعمتوں کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو تو کان کی اہمیت کسی بہرے سے پوچھیں، بینائی کی اہمیت کا اندازہ ہم کسی اندھے سے مل کر لگائیں اور اگر ہمیں اپنی ٹانگوں کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو تو کسی ایسے شخص سے ملاقات کریں جو اپاہج ہو اور جس میں چلنے پھرنے کی صلاحیت نہ ہو۔ انسان اگر صرف اپنے وجود کا صحیح طریقہ سے مطالعہ کرلے تو اس کو اندازہ ہوجائے گا کہ وہ اپنے مالک کے کتنے احسانات میں دبا ہوا ہے۔

سورۂ رحمٰن کے اختتام پر فرمایا ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات گرامی کہ جس نے اپنی بڑائی اور عظمت وکبریائی کے ساتھ اپنے بندوں کے ساتھ احسان وکرم کا معاملہ کیا ہے۔ اس نے ہر قدم پر ایک نعمت ہمیں عطا کی ہے ہم اس کی کس کس نعمت کو جھٹلا سکتے ہیں؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے القول الجمیل میں سورۂ رحمٰن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سورۂ رحمٰن کی مندرجہ ذیل آیات جادو کے اثرات کو زائل کرتی ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ان آیات کو نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد باوضو تین

تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں اور مریض پر دم بھی کریں۔ اس عمل کو لگاتار ۱۱ دن تک کریں۔ انشاء اللہ اس دوران سحر کے اثرات باطل ہوجائیں گے۔ آیات یہ ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم. یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَاتَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ. یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ. وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ.

☆ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایمان ویقین کو مضبوط کرنا چاہتا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ ۴۰ دن تک یہ عمل کرے۔ سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرے اور جب آیت بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّایَبْغِیٰنِ پر پہنچے تو چند سیکنڈ کے لئے خاموش ہوجائے اس کے بعد ۲۹ مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ کَمَالَ مَعْرِفَتِکَ وَحَقِیْقَةَ الْیَقِیْنِ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. اس کے بعد ایک مرتبہ یہ پڑھے۔ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اس کے بعد سورۂ رحمٰن کو مکمل کرے، سورۂ رحمٰن کے اول وآخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ رحمٰن پڑھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایمان ویقین کی سلامتی اور اس میں اضافے کی دعا کرے۔ انشاء اللہ ایمان ویقین میں اضافہ بھی ہوگا اور ان کی حفاظت بھی ہوگی۔

☆ سفر میں حفاظت کے لئے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ تک سات مرتبہ پڑھے اور اول وآخر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اور اپنے سینے پر دم کرے۔ انشاء اللہ دوران سفر ہر قسم کے حادثات اور آفات سے حفاظت رہے گی اور ساتھ خیر وعافیت گھر واپسی ہوگی۔

☆ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کو ٹی بی کی بیماری ہو، پھیپھڑوں میں پانی بھر گیا ہو یا پھیپھڑوں میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو تو اس کو چاہئے کہ سورۂ رحمٰن کی ابتدائی آیات مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ تک گیارہ مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم کریں اور ایک گلاس پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں۔ اس عمل کو ۲۱ روز تک جاری رکھیں۔ انشاء اللہ پھیپھڑوں کے امراض سے نجات ملے گی۔

☆ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حمل کی حفاظت کے لئے "الرحمٰن" ایک کاغذ پر گیارہ مرتبہ لکھ کر حاملہ کے گلے میں ڈال دیں۔ انشاء اللہ حمل محفوظ رہے گا اور بچہ ساتھ خیر وعافیت کے پیدا ہوگا۔

☆ اگر کسی عورت کو حیض کی تکلیف ہوتی ہو یا حیض آتے وقت ناقابل برداشت درد ہوتا ہو تو اس کو چاہئے کہ ایک کاغذ پر بسم اللہ کے بعد سات مرتبہ الرحمٰن لکھ کر اپنے گلے میں ڈال لے۔ اس کے بعد خالص شہد پر سورۂ رحمٰن تین مرتبہ پڑھ کر دم کرلے اور اس شہد کو حالت طہر میں ۱۱ دن تک پیئے۔ انشاء اللہ تکالیف سے نجات ملے گی۔

☆ اگر کسی عورت کے بچے ضائع ہوجاتے ہوں تو اس کے لئے یہ عمل انشاء اللہ تیر بہدف ثابت ہوگا۔ عورت کے قد کے ناپ کے گیارہ ڈورے لال رنگ کے لیں اور سورۂ رحمٰن کی تلاوت گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد کریں اور جب فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پر پہنچیں تو گرہ لگادیں۔ اس طرح پوری سورۃ مکمل کریں اور فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پر گرہ لگاتے چلے جائیں پھر یہ ڈوری اس حاملہ عورت کے گلے میں ڈال دیں جس کے بچے ضائع ہوجاتے ہوں۔ بچے کی پیدائش کے بعد یہی ڈورہ بچے کے گلے میں گیارہ سال تک ڈالے رکھیں۔ انشاء اللہ

بچہ خیر وعافیت کے ساتھ سن بلوغ تک پہنچے گا اور انشاء اللہ سلامت رہے گا۔

☆ اگر کسی شخص کو مرگی کے دورے پڑتے ہوں تو اس مرض سے نجات دلانے کے لئے اس کے دونوں کانوں میں سورۂ رحمٰن پڑھ کر دم کریں اور سات مرتبہ سورۂ رحمٰن پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو روزانہ پلائیں۔ اس عمل کو لگاتار ۲۱ دن تک جاری رکھیں۔ انشاء اللہ مرگی کتنی بھی سخت ہوگی اس سے نجات مل جائے گی۔

☆ اگر کوئی بچہ کند ذہن ہو اور اس کو سبق یاد نہ رہتا ہو سورۂ رحمٰن کی مندرجہ ذیل آیات کسی چینی کی پلیٹ پر گلاب وزعفران سے لکھ کر اس کو تازہ پانی سے دھو کر ۲۱ روز تک بچے کو پلائیں۔ انشاء اللہ کند ذہنی سے نجات ملے گی۔ آیات یہ ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم. اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن. خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَان. اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَان.

☆ اگر کسی عورت کے دودھ نہ اترتا ہو یا کم اترتا ہو تو سورۂ رحمٰن کی آیت فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيَان. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰن ایک طشتری پر لکھیں اور گائے یا بھینس کے دودھ سے دھو کر عورت کو پلادیں اور اس عمل کو سات دن تک جاری رکھیں۔ انشاء اللہ عورت کے دودھ جاری ہوجائے گا اور اس کا بچہ خوب سیراب ہوگا۔

"سورۂ رحمٰن" کے مختلف فوائد اکابرین سے منقول ہیں۔ اس سورۃ میں ۳۱ بار "فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰن" کی تکرار ہے اور یہ تکرار بجائے خود کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس آیت کے پڑھنے اور سننے سے ایک عجیب طرح کا سرور ملتا ہے۔ غالباً اسی کیف وسرور کے پیش نظر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمٰن کو "عروس القرآن" یعنی قرآن کی دلہن قرار دیا ہے۔

اس سورۃ کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سورۃ میں حق تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر

کرتے ہوئے انسانوں اور جنوں دونوں کو مخاطب کیا ہے اور دونوں کے سامنے اپنے انعامات کا تذکرہ کرنے کے بعد بار بار یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور کس کس نعمت کی ناقدری کرو گے؟

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک بار سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے اصحاب کو سورۂ رحمٰن شروع سے آخیر تک پڑھ کر سنائی سب لوگ خاموشی سے سنتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس سورۃ کو لیلۃ الجن میں جنات کو پڑھ کر سنائی وہ جواب دینے میں تم سے اچھے ثابت ہوئے میں جب بھی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن پڑھتا تھا تو وہ جواب میں یوں کہتے تھے۔ لَابِشَیْءٍ مِنْ نِعْمَتِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ۔ اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی بھی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور آپ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

اس دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے سرفراز نہ کیا ہو۔ غریب سے غریب سے انسان بھی انعامات خداوندی میں دبا ہوا ہے۔ اگر کسی غریب انسان کو دیکھنے کے لئے دو آنکھیں سننے کے لئے دو کان اور بولنے کے لئے ایک زبان عطا کر رکھی ہو تو اس کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں سے محروم ہے، آنکھیں کان اور زبان ایسی نعمتیں ہیں جو لاکھوں روپے خرچ کر کے بھی نہیں مل سکتیں۔ اس لئے ہر وہ انسان جس کے پاس کام کرنے کے لئے ہاتھ، سوچنے کے لئے دماغ اور چلنے کے لئے دو ٹانگیں موجود ہوں تو وہ بھی خواہ وہ بالکل ہی مفلس کیوں نہ ہو اللہ کے انعامات سے بہرور ہے اور اس طرح کوئی بھی انسان کسی بھی حالت میں اللہ کے شکر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور بے شمار نعمتیں اس دنیا میں انسان کو محض فضل خداوندی کی وجہ سے عطا ہوتی ہیں۔ اس لئے انسانوں پر

شکر واجب ہے اور جو انسان یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی نعمت اس کو اپنی کوشش اور جدوجہد سے نصیب ہوئی ہے۔ اللہ کے فضل سے نہیں تو یہ بھی ایک طرح کی ناقدری اور ناشکری ہے کیونکہ اس دنیا میں دولت اور اشیاء زندگی کے لئے بھاگ دوڑ بھی کرتے ہیں اگر محض اپنی کوششوں سے انعامات عطا ہوا کرتے تو مزدور طبقہ کبھی غریب نہ ہوتا اور سب محنت کرنے والے یکساں خوش حال ہوتے جب کہ دنیا کے حالات یہ بتاتے ہیں کہ بعض لوگوں کو محنت کے بعد راحت مل جاتی ہے اور بعض لوگ شدید محنت کے بعد بھی بے آرامی اور عسرت کا شکار رہتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ راحتیں اور عسرتیں محض رب العالمین کے فضل وکرم سے ملا کرتی ہیں اس لئے انسانوں پر شکر لازم ہے اور انسانوں کو ہرگز گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے کہ انہیں جو کچھ میسر ہے وہ ان کی محنت یا ان کی حسن تدبیر کا نتیجہ ہے۔

دوسرا فائدہ اس سورۃ کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں رب العالمین نے نافرمانوں کے لئے اپنے عتاب اور عذاب کا ذکر بھی کیا ہے یعنی اس کے جو بندے اس کی نافرمانی کریں گے اور اس کی نعمتوں کی ناقدری کریں گے تو ان کو عذاب اور قہر الٰہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ انہیں جہنم کی آگ میں جھلسنا ہوگا اور انہیں طرح طرح کے عذابوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔ ان عذابوں کو ذکر اس لئے کیا ہے تا کہ جو لوگ نافرمانی میں مبتلا ہیں تو انہیں عبرت حاصل ہو اور وہ نافرمانی سے باز آ جائیں اور جو لوگ فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں انہیں اپنی فرمانبرداری پر فخر ہو اور وہ مزید اطاعت کا مظاہرہ کر سکیں۔ نافرمانوں کا ذکر اور عذاب وقہر کا تذکرہ بھی ایک طرح کی نعمت ہے کہ اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور انسان معصیت اور نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جو ایک طرح کا انعام ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات بھی مخاطب ہیں اور دونوں کو ایک جیسے احکامات کا پابند کیا گیا ہے اور دونوں ہی کے سامنے اپنے انعامات کا تذکرہ کر کے یہ فرمایا گیا ہے کہ تم ہماری کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے اور کس طرح ہمارے احکامات سے روگردانی کرو گے جب کہ ہر ہر قدم پر تم ہماری نعمتوں کا اور ہماری بخشی ہوئی راحتوں کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہو۔

سورۂ ذاریات میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگرچہ انسان کا مقام جنات سے بلند ہے کیونکہ انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا اور اس کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے خطاب کا بھی شرف حاصل ہے لیکن احکامات کی پابندی میں جنات انسانوں ہی کی طرح پابند ہیں اور سرکار دوعالم ﷺ کی رسالت کا ان جنات کو بھی قائل ہونا پڑتا ہے تب ہی وہ زمرۂ مسلمین میں شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ دورِ رسالت میں متعدد جنات نے سرکار دوعالم ﷺ کے روبرو آ کر حق تعالیٰ کی وحدانیت کا اور سرکار دوعالم ﷺ کی رسالت کا اعتراف کیا اور اس قرآن کو آخری کتاب جانا جو سرکار دوعالم ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہو رہی تھی۔

جس طرح تمام انسان اس بات کے قائل ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں اسی طرح مسلم جنات بھی اس بات کے قائل ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی دنیا میں آنے والا نہیں ہے اور قیامت تک تمام انسان اور جنات سرکار دوعالم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے پابند ہیں۔ چنانچہ سورۂ احقاف میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے سرکار دوعالم ﷺ سے ملاقات کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر کہا تھا۔ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ

مِنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ یعنی اے ہماری قوم اللہ کے داعی (ﷺ) کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ بہ نفس نفیس خود بھی جنات کی بستیوں میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر انہوں نے جنات کے سامنے دین اسلام کی دعوت پیش کی۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ جنات کے بارے میں ہمیں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں اور انہیں بھی اس شریعت کی پابندی کرنی ہے جو انسانوں کے لئے پیش کی گئی ہے۔ اگرچہ کتب صحیحہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جنات میں بھی انبیاء بھیجے گئے ہیں لیکن سرکار دوعالم ﷺ کی بعثت انسانوں اور جنوں کے لئے تھی اس لئے آپ ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا اور نہ صرف یہ کہ آپ انسانوں کے لئے آخری پیغمبر تھے بلکہ آپ جنات کے لئے بھی آخری پیغمبر تھے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت انسانوں اور جنوں کے لئے تاقیامت رہنمائی کا کام انجام دے گی۔ قرآن حکیم سے یہ بات ثابت ہے کہ جس طرح فرماں بردار انسان جنت میں جائیں گے اور نافرمان جہنم کا ایندھن بنیں گے اسی طرح فرمانبردار جنات داخل جنت کئے جائیں گے اور نافرمان جنات کو دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔

سورۂ الم سجدہ میں فرمایا گیا: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی اگر ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو ہدایت یافتہ بنا دیتے لیکن یہ بات تحقیق کا درجہ رکھتی ہے کہ ہم عنقریب جنات اور انسانوں سے جہنم کو بھر دیں گے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنت اور جہنم دونوں انسانوں کے لئے بھی

بنی ہیں اور جنات کے لئے بھی۔ اس لئے جنات بھی انسانوں کی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے پابند ہیں۔

بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنات جنت میں داخل نہیں کئے جائیں گے انہیں جنت کے آس پاس یعنی جنت کے کناروں پر رکھا جائے گا اور یہ لوگ ایک اعتبار سے اہل جنت کے محافظ ہوں گے لیکن بعض اکابرین کی رائے یہ ہے کہ جنات کو بھی جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

بعض حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ جنات کو آگ سے نہیں بلکہ برف وغیرہ کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا اور اس کے لئے ایک دوزخ الگ سے تیار کی جائے گی۔ بہر حال اتنا ثابت ہے کہ فرمانبردار جنات کو راحت عطا ہوگی راحت کی صورت کچھ بھی رہے اور نافرمان جنات کو عذاب الٰہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ عذاب کی شکل کچھ بھی ہو اللہ ہر طرح کی سزا دینے پر قادر ہے وہ آگ سے بھی عذاب دے سکتا ہے اور برف وغیرہ سے بھی۔ اور اصل سزا اور جزا تو اللہ کی رضا اور اللہ کی ناراضگی ہے۔ اللہ اپنے جن بندوں سے راضی ہو جائے گا ان بندوں کو پھر کسی انعام واکرام کی ضرورت ہی کیا ہوگی اور اللہ اپنے جن بندوں سے ناراض ہو جائے گا انہیں کسی دوزخ میں ڈالنے کی ضرورت ہی کیا ہوگی جس انسان یا جن سے اللہ تعالیٰ اپنی نگاہیں پھیر لیں وہ تو بہر حال بدنصیب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جن انسانوں اور جنوں پر رحم وکرم کی نظر ڈال لیں ان کی خوش نصیبی پر سب دیکھنے والے رشک کریں گے۔ بہر کیف سورۂ رحمٰن کی آیات سے اندازہ ہوتا ہے انسانوں اور جنوں کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یکساں طور پر اللہ کی عبادت کرنی چاہئے اور اس کی نعمتوں کی قدر دانی کا اظہار کرنا چاہئے۔ اسی میں ان دونوں فرقوں کی بھلائی ہے۔

اور اس سورۃ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سورۃ میں حق تعالیٰ کی ایک خاص صفت ذوالجلال والاکرام بیان کی گئی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی ذات انتہائی اکرام اور انتہائی عظمت والی ہے یعنی حق تعالیٰ اپنے بندوں کو اکرام سے نوازتا ہے وہ خود بھی مکرم ہے اور وہ اپنے بندوں کے ساتھ بھی اکرام کا معاملہ کرنے والا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اپنے اصحاب کو یاذوالجلال والاکرام پڑھنے کی تاکید کیا کرتے تھے اور خود بھی اس کی پابندی کرتے تھے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو تین بار استغفار پڑھنے کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس شخص نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام یَاحَیُّ یَاقَیُّوْم۔

اے اللہ بے شک میں آپ سے اس بات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ بلاشبہ سب تعریفیں آپ کیلئے ہیں اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ بہت زیادہ عطا کرنے والے ہیں، آسمانوں اور زمینوں کو بے مثال طریقے سے پیدا کرنے والے ہیں، اے عظمت والے، اے عطا کرنے والے، اے زندہ اے قائم رہنے والے۔

یہ سن کر رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے اللہ کے اس بڑے نام کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب اس بڑے نام کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو اللہ قبول

فرمالیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رب العالمین سے اگر طریقہ سے اور سلیقہ سے دعا کی جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور جب طریقے کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو دعا ہرگز ہرگز رد نہیں ہوتی۔ سورۂ رحمٰن میں مختلف نعمتوں کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ دعا کرنے کا طریقہ اور ڈھنگ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ اپنے رب کو کس طرح پکارا جاتا ہے اور کس طرح اپنی دعا کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ قابل قبول ہوجائے۔

سورۂ رحمٰن ہم مسلمانوں کو یہ سبق دیتی ہے کہ ہم اپنے رب کی نعمتوں کا ادراک کریں اور اس کی عنایتوں کو محسوس کریں اور ان کی قدر کریں اور اس رب کے شکر گزار بنیں جس نے ہم پر بے پناہ عنایات کی ہیں، اس کی بخششوں کی کوئی حد اور کوئی انتہا نہیں ہے۔ پیدا ہونے کے پہلے دن سے لے کر زندگی کی آخری سانسوں تک ہم اس کی نعمتوں اور رحمتوں کے سائے میں رہتے ہیں۔ ہم اس کی کس کس نعمت کو جھٹلا سکتے ہیں اور ہم اس کی کس کس عنایت کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں اور اس کی ایک ایک عطا پر شکر ادا کرتے ہیں اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے مالک کی بخششوں سے مستفیض ہونے کے باوجود اپنے رب کا شکر ادا کرنے سے محروم ہیں اور عملی اعتبار سے یہ لوگ اپنے رب کی ہزاروں بلکہ لاکھوں نعمتوں کی تکذیب کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اگر کسی کی ناف ٹل گئی ہو اور ناف ٹلنے کی وجہ سے وہ درد محسوس کر رہا ہو اور شدید تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کو چاہئے کہ مندرجہ ذیل نقش بنا کر دائیں بازو پر باندھ لے۔ انشاء اللہ چند گھنٹوں ہی میں ناف صحیح جگہ پر آجائے گی۔

۷۸۶

الله الرحمن	اللہ الرحمٰن	الله الرحمن
الله الرحمن	مریض کا نام مع والدہ	الله الرحمن
الله الرحمن	اللہ الرحمٰن	الله الرحمن

قوت حافظہ میں اضافے کے لئے

اگر کسی کی قوت حافظہ کم ہو اور وہ اس میں اضافہ کرنا چاہتا ہو تو اس کو چاہئے کہ بعد نماز عصر روزانہ ایک مرتبہ سورۂ رحمٰن پڑھ کر اپنے سینے پر دم کرلے اور اس عمل کو لگاتار ۴۰ دن تک کرے۔ روزانہ آگے پیچھے گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے۔ انشاء اللہ قوت حافظہ میں حیرتناک اضافہ ہوگا۔

تسخیر خلائق کے لئے

اگر کوئی شخص تسخیر خلائق کا خواہش مند ہو تو اس کو چاہئے کہ ساعت مشتری میں ایک کاغذ پر گلاب و زعفران سے "الرحمٰن" پانچ سو مرتبہ لکھے پھر ایک سو ایک مرتبہ سورۂ رحمٰن پڑھ کر اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ اس کاغذ پر دم کردے۔ اس کے بعد اس کاغذ کو قرآن حکیم میں سورۂ رحمٰن کی جگہ پر رکھ دے اور ۲۴ گھنٹے کے بعد اس کو نکال کر ہرے کپڑے میں پیک کر کے اپنے دائیں بازو پر باندھ لے۔ انشاء اللہ زبردست تسخیر ہوگی اور خلائق کی نظروں میں اعتبار قائم ہوگا۔

حاجت کی تکمیل کے لئے

کسی بھی ایسی حاجت کی تکمیل کے لئے جو پوری نہ ہوتی ہو تین روز تک یہ عمل

کریں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۲۰ مرتبہ سورۂ رحمٰن پڑھیں اور دعا مانگیں۔ انشاء اللہ کیسی بھی حاجت ہوگی پوری ہو جائے گی۔

مرض سے نجات پانے کے لئے

اگر کوئی شخص ایسے مرض میں گرفتار ہو جس کی تشخیص نہ ہو رہی ہو یا تشخیص ہو گئی ہو لیکن علاج نہ ہو رہا ہو تو ایسے مرض کو دفع کرنے کے لئے کسی چینی کی پلیٹ پر مندرجہ ذیل نقش لکھیں اور اس نقش کو گلاب و زعفران سے لکھیں۔ اس کے بعد ایک گلاس پانی پر سورۂ رحمٰن تین مرتبہ پڑھ کر دم کر دیں۔ پھر اس پانی سے اس نقش کو دھو کر مریض کو پلا دیں۔ ایک دن میں یہ عمل تین مرتبہ کریں اور لگاتار سات روز تک اس عمل کو اسی طرح جاری رکھیں۔ انشاء اللہ کیسا بھی مرض ہوگا اگر موت مقدر نہیں ہے تو اس سے نجات مل جائے گی۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۳۶۴	۳۶۹	۳۶۲
۳۶۳	۳۶۵	۳۶۷
۳۶۸	۳۶۱	۳۶۶

قرض کی ادائیگی کے لئے

اگر کوئی قرض میں مبتلا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز فجر کی سنت و فرض کے درمیان اکیانوے مرتبہ فَبِاَیِّ آلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھے۔ اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اس عمل کو چالیس دن تک کرے اور روزانہ عمل کے بعد قرض سے نجات کی دعا کرے۔ انشاء اللہ غیب سے مدد ہوگی اور قرض ادا

کرنے کی شکل پیدا ہوگی۔

میاں بیوی کی محبت کے لئے

اگر شوہر بیوی سے محبت نہ کرتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے نام اور والدہ کے نام نیز شوہر کے نام اور اس کی والدہ کے نام کے مجموعی اعداد کے برابر فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھے۔ اول و آخر ایک ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اور اس عمل کو تین دن تک کرے۔ انشاء اللہ شوہر کے دل میں محبت پیدا ہوگی۔ اگر نفرت شدید ہو تو اس عمل کو اس وقت تک کرتی رہے جب تک شوہر کا دل نہ پگھل جائے۔

اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کو جو بھی مرض ہو یا تو وہ ٹھیک ہو جائے یا پھر اس میں کمی ہو جائے تو اس کو چاہئے درج ذیل نقش کو چینی کی پلیٹ پر لکھے اور تازہ پانی سے دھو کر اس کو دن میں تین بار پیئے۔ انشاء اللہ مرض میں افاقہ ہوگا۔ اس عمل کو سات دن تک یا گیارہ دن تک لگاتار کرے انشاء اللہ زبردست فائدہ محسوس کرے گا۔ نقش یہ ہے

۷۸۶

۳۶۴	۳۶۹	۳۶۲
۳۶۳	۳۶۵	۳۶۷
۳۶۸	۳۶۱	۳۶۶

جادو سے حفاظت کے لئے

اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی جادو سے حفاظت رہے یعنی اگر کوئی شخص اس پر وار کرنا چاہے تو وہ کامیاب نہ ہو تو سورۂ رحمٰن کی ان آیات کو لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے لیکن پاکی اور ناپاکی میں اس تعویذ کی حفاظت کرتا رہے۔ انشاء اللہ جادو اور

کرنی کرتوت سے وہ پوری طرح محفوظ رہے گا۔ آیات یہ ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم . یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا لاتنفذون الا بسلطن فبای الاء ربکما تکذبان

فراخیٔ رزق کے لئے

جو شخص افلاس کے درجے کو پہنچا ہوا ہو اور قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہو اور کسی بھی صورت قرض سے چھٹکارا نصیب نہ ہو رہا ہو، آمدنی قلیل اور اخراجات کثیر ہوں تو اس کو چاہئے کہ ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرے اور رات کو سونے سے پہلے باوضو تین بار سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرے اور یہ دعا تین مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ بہت جلد آمدنی میں اضافہ ہوگا یا غیب سے کوئی مدد ہوگی۔ دعا یہ ہے: یامسبب الاسباب ھی لنا سببا لانستطیع له طلبا ویامفتح الابواب افتح لنا ابواب رحمتک وابواب فضلک وابواب مغفرتک وابواب عنایتک یاذوالجلال واکرام .

آسیب کو حاضر کرنے کے لئے

آسیب کو حاضر کرنے کے لئے پاک صاف لباس پہن کر بالکل پاک صاف جگہ پر ایک سفید کپڑا بچھالیں اور اس پر کسی نابالغ بچے کو بٹھادیں، قریب میں اگربتی جلادیں۔ بچے کے لباس پر عطر وغیرہ لگادیں اور مندرجہ ذیل نقش لکھ کر بچے کے ہاتھ میں پکڑادیں۔ اس کے بعد مکمل یقین کے ساتھ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد تین مرتبہ یاالمتکفیلُ اور تین مرتبہ یااسرافیل پڑھ کر تین مرتبہ سورۂ رحمٰن پڑھے

اس کے بعد ایک مرتبہ یہ عزیمت پڑھے۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد بعدد الجن والانس وباسمائک عزمت علیکم یمعشر الجن والانس واصحاب الارواح فتحون فتحون حبیبک حبیبک المیم المیم صقعاً صقعاً السا السا بلسا بلسا تلسا تلسا سوردا سوردا کھلا کھلا مھلا مھلا سھلا سھلا حاضرا حاضرا سخیا سخیا شربا شربا بحق خاتم سلیمان ابن داؤد علیھم السلام احضروا یاصحاب الجن الانس والشیطین واحضروا من جانب المشارق والمغارب ومن جانب الجنوب والشمائل بحق الرحمن بدعاء آسیب حاضر شو حاضر شو حاضر شو۔ انشاء اللہ آسیب حاضر ہو کر بات چیت کرے گا اور اس کے بعد پھر مریض سے پریشان نہ کرنے کا عہد کرے گا۔ آسیب کو حاضر کرنے کیلئے یہ عمل تیر بہدف کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو نقش نابالغ بچے کے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ یہ ہے۔

۷۸۶

۶۵۱۷	۶۵۳۱	۶۵۲۷	۶۵۲۴
۶۵۲۸	۶۵۲۳	۶۵۱۸	۶۵۳۰
۶۵۲۲	۶۵۲۵	۶۵۳۳	۶۵۱۹
۶۵۳۲	۶۵۲۰	۶۵۲۱	۶۵۲۶

بادی کے بخار کے لئے

بادی بخار سے بچنے کے لئے جو دو دن تین دن یا چار دن کے لئے چڑھتا ہے اس نقش کو لکھ کر پھر پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں۔ انشاء اللہ بہت جلد بادی بخار سے نجات ملے گی۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

ر	ح	ما	ن
۵۲	۴۹	۲۰۱	۷
۴۸	۳۹	۱۰	۲۰۲
۹	۲۰۳	۴۷	۴۰

اگر کسی کی آنکھوں میں درد رہتا ہو یا آئے دن آنکھیں دکھنے آتی ہوں تو اس کو چاہئے کہ نماز فجر کے بعد سورۂ رحمٰن کی تلاوت کر کے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پردم کرے پھر اپنی انگلیوں کو اپنی آنکھوں پر لگائے۔ چند یوم اس عمل کو جاری رکھے۔ انشاء اللہ آنکھوں کی تکالیف سے نجات ملے گی۔

افسر کو مہربان کرنے کے لئے

اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کا افسر یا حاکم اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے تو اس کو چاہئے کہ جس دن حاکم کے پاس جانا ہو اس دن نماز فجر کے بعد سورۂ رحمٰن کی تلاوت کر کے اپنے سینے پردم کرلے اور جاتے وقت لاتعداد مرتبہ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام پڑھتا رہے۔ انشاء اللہ جب حاکم سے ملاقات ہوگی وہ لطف اور مہربانی کا اظہار کرے گا اور جو بھی مقصد ہوگا اس کو پورا کردے گا۔

مرض نسیان سے نجات پانے کے لئے

نسیان کے مرض سے نجات پانے کے لئے یہ عمل کریں کہ نماز فجر و سنت کے درمیان ایک مرتبہ سورۂ رحمٰن پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیں۔ اس کے بعد جب نماز فجر سے فارغ ہو جائیں ایک بارہ سورۂ رحمٰن کی تلاوت کر کے پانی پر دم کر کے نہار منہ پی

لیں۔ اس عمل کو ۱۱ دن تک جاری رکھیں۔ انشاء اللہ مرض نسیان سے نجات ملے گی اور قوت حافظہ اللہ کے فضل و کرم سے بہت بڑھ جائے گی۔

آسیب کو حاضر کرنے کے لئے

آسیب کو حاضر کرنے کے لئے سورۂ رحمٰن کی مندرجہ ذیل آیات تیر کی طرح کام کرتی ہیں لیکن عامل کو پہلے ان کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔ زکوٰۃ چالیس دن میں ادا ہوگی۔ زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ نوچندی جمعرات سے بعد نماز عشاء ان آیات کو روزانہ تین سو مرتبہ بہ نیت زکوٰۃ پڑھے۔ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے۔ دوران چلہ ہر طرح کے گوشت، انڈے اور مچھلی سے پرہیز رکھے، بیوی کے ساتھ مباشرت نہ کرے اور لہسن اور پیاز کا بھی استعمال نہ کرے۔ انشاء اللہ چالیس دن میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ آیات مبارکہ یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ يا جم يا ولو ياسلامين يا ابراهيم حاضر شو۔ چالیس دن کے بعد ان آیات کو اور آیات کے بعد کے اسماء کو روزانہ ۲۱ مرتبہ پڑھتا رہے۔ جس وقت بھی آسیب کو مریض کے اوپر حاضر کرنا ہو اس عمل کو ۱۱ مرتبہ پڑھ کر مریض کے اوپر دم کردے۔ انشاء اللہ فوراً آسیب حاضر ہو کر بات چیت کرے گا اور پھر عامل جو چاہے گا آسیب اس کی تابعداری کرے گا۔ اگر عامل اس کو مریض سے الگ ہو جانے کا حکم دے گا تو آسیب فوراً اس کی تعمیل کرے گا۔

حق تعالیٰ کی رحمت طلب کرنا

یہ عمل چار ماہ کا ہے ہر چاند کی پہلی جمعرات کو بعد نماز فجر سورۂ رحمٰن ایک سو

اکتالیس مرتبہ پڑھیں۔ اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ انشاء اللہ عامل کی طرف اللہ کی رحمت متوجہ ہوگی اور مطلوبہ مقاصد میں زبردست کامیابی ملے گی۔ نیز عامل دولت روحانیت سے سرفراز ہوگا۔

حمل کی حفاظت کے لئے

جن عورتوں کا حمل ضائع ہوجاتا ہو ان کے لئے یہ عمل تیر بہدف ہے۔ حمل قائم ہونے کے بعد روزانہ کسی طشتری پر گلاب وزعفران سے صرف ایک بار "الرحمٰن" لکھیں اور اس کو پانی سے دھو کر پی لیں۔ اس عمل کو تا وضع حمل جاری رکھیں۔ انشاء اللہ بچہ ساتھ خیر وعافیت کے پیدا ہوگا اور عمر طبعی کو پہنچے گا۔

وسعت رزق کے لئے

اگر کوئی شخص رزق میں فراوانی کا طالب ہو تو اس نقش کو لکھ کر ہرے کپڑے میں پیک کر کے اپنے دائیں بازو پر باندھے اور روزانہ بلاناغہ ایک بار سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرتا رہے۔ انشاء اللہ رزق میں زبردست اضافہ ہوگا۔ نقش یہ ہے۔

۷۸۶

۳۰۱۱۲	۳۰۱۱۵	۳۰۱۱۸	۳۰۱۰۵
۳۰۱۱۷	۳۰۱۰۶	۳۰۱۱۱	۳۰۱۱۶
۳۰۱۰۷	۳۰۱۲۰	۳۰۱۱۳	۳۰۱۱۰
۳۰۱۱۴	۳۰۱۰۹	۳۰۱۰۸	۳۰۱۱۹

☆☆☆

مطبوعات مکتبہ روحانی دنیا، دیوبند

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	اسماءِ حسنیٰ کے ذریعہ جسمانی وروحانی علاج	250/-
۲	تحفۃ العاملین	100/-
۳	کشکول عملیات	80/-
۴	جانوروں کے طبی فائدے اور خواب میں دیکھنے کی تعبیر	45/-
۵	اعداد بولتے ہیں	100/-
۶	علم الاعداد	70/-
۷	کرشمۂ اعداد	35/-
۸	اعداد کا جادو	45/-
۹	علم الحروف	55/-
۱۰	پتھروں کی خصوصیات	55/-
۱۱	بسم اللہ کی عظمت وافادیت	30/-
۱۲	سورۂ فاتحہ کی عظمت وافادیت	50/-
۱۳	آیت الکرسی کی عظمت وافادیت	20/-
۱۴	سورۂ یٰسین کی عظمت وافادیت	25/-
۱۵	مجموعۂ آیات قرآنی	20/-
۱۶	اعمال ناسوتی	20/-
۱۷	اعمال حزب البحر	20/-
۱۸	بچوں کے نام رکھنے کا فن	60/-
۱۹	مختلف پھولوں کی خوشبو	100/-
۲۰	شہید کربلا کا دفاع	100/-
۲۱	اذان بت کدہ	90/-

ماہنامہ طلسماتی دنیا، محلہ ابوالمعالی، دیوبند

ماہنامہ طلسماتی دنیا کے خصوصی نمبرات

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	عملیات محبت نمبر	100/-
۲	جادو ٹونا نمبر	100/-
۳	امراضِ جسمانی نمبر	75/-
۴	حاضرات نمبر	75/-
۵	ہمزاد نمبر	75/-
۶	مؤکلات نمبر	75/-
۷	استخارہ نمبر	75/-
۸	روحانی مسائل نمبر	75/-
۹	روحانی ڈاک نمبر	60/-
۱۰	جنات نمبر	60/-
۱۱	شیطان نمبر	60/-
۱۲	خاص نمبر	60/-
۱۳	اعمالِ شر نمبر	75/-